Dec, 1971
January, 1972

امیر ملت قبلہ عالم حضرت الحاج مولانا پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ



بسرپرستی: زبدۃ العارفین شمس الملت مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

مدیر اعلیٰ
غلام رسول گوہر

نگران اعلیٰ
جوہر ملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

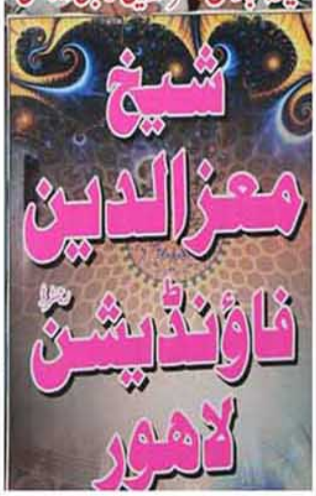
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

رحمۃ اللہ علیہ

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہوں اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاونڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے،(بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے







1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April



بہ سرپرستی مولانا الحاج پیر سید فدا حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم
بہ تبرک عنایت حضرت مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ
بہ فیض عاطفت حضرت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

جلد ۶۰ بابت ماہ دسمبر ۱۹۷۱ء و جنوری ۱۹۷۲ء شمارہ ۲۱/۱

ایڈیٹر
غلام رسول گوہر جماعتی

مدیر معاون
مولانا محمد عبد العزیز صاحب نقشبندی مرتضائی

بدل اشتراک

سالانہ چندہ ۵ روپے
معاونین سے ۱۰ روپے
سرپرست حضرات سے ۲۰ روپے

مقام اشاعت
اندرون کوٹ عثمان خاں قصور۔ ضلع لاہور

محمد حسن پرنٹرز نصل لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور سے چھپوا کر غلام رسول گوہر پبلشر نے کوٹ عثمان خاں قصور سے شائع کیا

ترتیب:-

سرخ نشان ◯ اگر آپ کے رسالہ میں اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس رسالہ کے وصول ہونے کے بعد آئندہ سال کے لئے مبلغ پانچ روپے فوراً ارسال کر دینے چاہئیں

دگوہر

تضمین بر نعت مہر عبدالرحیم جوہر جہلمی مرحوم

رعنا جہلمی

ہدیۂ عقیدت

گلوں میں رہ کے بھی کانٹوں سے ہمکنار ہوں میں — فریب خوردۂ رنگینیٔ بہار ہوں میں
غمِ فراقِ مسلسل سے دل فگار ہوں میں — ”ترے لئے ہمہ تن چشم انتظار ہوں میں
قرار لے کے چلا آ کہ بے قرار ہوں میں“

ترے فراق نے کر ڈالا ہے نزار و نحیف — ہیں طالع آزما سب آج اہلِ دل کے حریف
فضائے عالمِ امکاں ہوئی ہے ساری کثیف — ”لطافتوں کا تو چشمہ ہے اے نگارِ لطیف
ترے خیال میں اب تشنۂ بہار ہوں میں

میں تیرا بندۂ بے دام، بے دلیل و وکیل — ہوں آستاں سے ترے دور رہ کے خوار و ذلیل
قرارِ جاں کی مرے بھی کوئی اک آدھ سبیل — ”عرب کے چاند! ادھر بھی کوئی شعاعِ جمیل
اسیرِ رنج ہوں۔ پامالِ روزگار ہوں میں“

ہیں اشکبار ترے انتظار میں آنکھیں — نہیں۔ نہیں ہیں مرے اختیار میں آنکھیں
اٹک گئیں ترے شہر و دیار میں آنکھیں — ”بچھی ہوئی ہیں تری رہ گزار میں آنکھیں
فروغِ شوق میں تصویرِ انتظار ہوں میں“

نہیں غرور کسی نیکی اور عبادت پر ۔ مَیں شرم سار ہوں جُرم و خطا کی کثرت پر
نگاہِ لطف ! مرے دیدۂ ندامت پر ۔ "ہے مجھ حزیں کو بھروسا تری شفاعت پر
کرم ۔ کرم ۔ کہ نہائیت گناہگار ہوں میں"

ہے تُو باعثِ تخلیق ۔ شاہِ ہر دوسرا ۔ خدا کے بعد ہے کونین میں ترا رُتبہ
میں تیری ذات میں پنہاں تُو مجھ میں جلوہ نما ۔ "مرے وجود سے ثابت ہے تیری ذاتِ عُلا
ترے جمال کے پرتو سے آشکار ہوں میں"

ہنوز تازہ ہے وہ قول ۔ وہ قرارِ اَلست ۔ بسی ہوئی ہے نگاہوں میں وہ بہارِ اَلست
وہ کہتے ہیں مجھے دیوانۂ نگارِ اَلست ۔ "چڑھا ہوا ہے ازل سے مجھے خمارِ اَلست
شرابِ خانۂ یثرب کا بادہ خوار ہوں میں"

غلام کس کا ہوں رعنا کسی کو کیا یہ خبر ۔ ہیں میرے آقا و محبوب ، ساقئ کوثر
حبیبِ خالقِ یکتا ۔ وہ شافعِ محشر ۔ "نہ جاؤ تم مری یا مالیوں پہ اے جوہر
گدائے احمدِ مرسل ہوں باوقار ہوں میں"

مکتوب مدینہ منورہ حضرت معین الملت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا مکتوب گرامی جو انہوں نے بکمال عنایت و مہربانی ارض پاک مدینۃ المنورہ سے اس ناچیز کے نام تحریر کیا ہے وصول ہوا۔ الحمدللہ آپ بمع اہلیہ صاحبہ بخیر و عافیت ہیں آپ لکھتے ہیں کہ جب سے پاک و ہند کی لڑائی شروع ہوئی ہے میری تو راتوں کی نیند ہی اُڑ گئی ہے میں اور میرے گھر والی دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو جاگ جاگ کر دعائیں کر رہے ہیں کہ یا اللہ پاکستان کو فتح و نصرت عطا فرما اور ہر شخص پاکستان کی سالمیت اور فتح و نصرت کے لئے دست بدعا ہے آپ نے تمام ان احباب کا شکریہ ادا کیا ہے جنہوں نے آپ کی خدمت میں خطوط لکھے ہیں۔ آپ فریضۂ حج ادا فرما کر وطن تشریف لائیں گے اللہ تعالیٰ آپ کو اور صاحبزادی صاحبہ کو بخیر و عافیت رکھے تمام یاران طریقت کی طرف سے آپ کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

نعت شریف

مدیر مسئول
گوہر جماعتی نقشبندی

کاش میں ہوتا گدا شہرِ رسول اللہ میں / جان کو کرتا فدا نذرِ رسول اللہ میں
قافلے والے گئے اور میں اکیلا رہ گیا / تڑپنے کو رات دن ہجرِ رسول اللہ میں

مدحتِ شاہِ مدینہ کے جواہر بے عدد / ہو گئے مجھ پر عیاں فکرِ رسول اللہ میں
اضطرابِ قلب کی نامِ محمدؐ ہے دوا / دولتِ تسکین ہے ذکرِ رسول اللہ میں

مانگنے والوں نے پائیں دو جہاں کی نعمتیں / ہے کمی کس چیز کی قصرِ رسول اللہ میں
اس کا بیڑا پار ہے اور خوف و غم سے ہے نجات / ہو گیا منظور جو نظرِ رسول اللہ میں

ہے صحابی جس نے دیکھا آپؐ کو ایمان سے / چشمِ ظاہر بین سے عمرِ رسول اللہ میں
تیغِ براں دیکھ کر کفّارِ عالم ڈر گئے / رعب و ہیبت کا نشاں کمرِ رسول اللہ میں

اے فقیرو رشک آتا ہے تمہاری شان پر / فقر کو رتبہ ملا، فخرِ رسول اللہ میں
خاک جو پیوست ہے آقا کے جسمِ پاک سے / عرش سے افضل ہوئی قبرِ رسول اللہ میں

غیب کی باتیں بتائیں عرش سے لے فرش تک / دو جہاں کے علم ہیں صدرِ رسول اللہ میں

گوہر ایمان و عرفاں سے ہوا وہ بہرہ ور
جس نے سر خم کر دیا امرِ رسول اللہ میں

خالد اشرف

عالمِ اسلام کے وسائل کی منصوبہ بندی

امت مسلمہ اس وقت بے شمار مسائل سے دوچار ہے اور ہر مسئلہ ایک دوسرے سے یوں منسلک ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی الگ نہیں کیا جا سکتا، سبھی اہم ہیں اور کوئی بھی ایسا نہیں کہ اسے نظر انداز کیا جا سکے۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے۔ حالات بتا رہے ہیں کہ ان مسائل کی اہمیت بھی بڑھتی جائے گی۔ اور اگر ان مسائل سے نظر چرانے کا انداز بھی یونہی رہا تو معلوم نہیں کہ حالات کی ابتری کس قیامت کا پیش خیمہ بنے گی؟۔

امت مسلمہ کے اتحاد کے بعد اگر کوئی مسئلہ سرفہرست آتا ہے تو واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ لیکن یہ کا راستہ وہ نہیں جو اب تک ممالک اسلامیہ نے اختیار کیا کہ ہر وہ قوت جو اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف ہے اسی کی طرف جھانکا جائے اور بھک منگوں کی طرح ہر لمحہ ہاتھ پھیلائے رہو۔ وہ طاقتیں جو سرتاپا دشمن ہوں اور دشمن کی نگہبان و والی ہوں بھلا ان سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کی فلاح و بہبود اور اس کی کامیابی و کامرانی کی ضامن ہوں گی، تو پھر سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ اس صورت حال سے کیوں کر نپٹا جا سکتا ہے؟ اور کون سا طریقہ کار ہے جو اختیار کرنے پر ملت اسلامیہ کو اپنے دشمنوں سے ہی دست سوال کرنے سے نجات مل سکتی ہے۔

ذیل میں ہم ممالک اسلامیہ کا اقتصادی خاکہ پیش کرتے ہیں تاکہ متذکرہ بالا حالات میں، جو راستہ ہم نے اختیار کیا ہے اور جن وسائل و اسباب کی ہمیں ضرورت ہے اس خاکہ کو سامنے رکھ کر لائحہ عمل تیار ہو۔ لیکن یہ کیسے ہو اس کا جواب اور تجزیہ اولاً ضروری ہے۔ دنیا بھر میں مسلمانوں کی عام آبادی ایک محتاط اندازے کے مطابق ۷۵ کروڑ ہے اور بعض اعداد و شمار کے لحاظ سے ایک ارب سے زائد ہے۔ ان میں سے پون ارب مسلمان چالیس سے اوپر آزاد و خود مختار ممالک کے شہری ہیں جو کہ اقوام متحدہ کے رکن بھی ہیں اور ان کا مجموعی رقبہ ایک کروڑ بارہ لاکھ ۴۳ ہزار ۲۸۶ مربع میل مربوط علاقہ پر مشتمل ہے۔ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک یہ زنجیر کی طرح ملے ہوئے ہیں اور یہ سرزمین قدرتی ذخائر سے ابھری پڑی ہے۔

دنیا کی چار بڑی بین الاقوامی شاہراہیں اس کرۂ ارضی کی "اسلامی بستی" پر ہیں۔

۱۔ آبنائے ملایا ۔۲۔ آبنائے باسفورس ۔۳۔ نہر سویز ۴۔ جبل الطارق ۔ اس قدر وسیع رقبہ پر اقتدار و کثیر تعداد میں جو مسائل کے باوجود ملت اسلامیہ کی دنیا میں نہ کوئی آواز ہے اور نہ کوئی حیثیت، کوئی طاقت ہے نہ کوئی وقعت۔ کشمیر جھلس رہا ہے، اریٹیریا چلا رہا ہے قبرص آہ و زاری میں مصروف ہے ۔ افریقہ ذبح ہو رہا ہے ترکستان و بخارا پس رہے ہیں ۔ جونا گڑھ، آذربائجان سنکیانگ سوشلزم کی چھری تلے نظر آتے ہیں اور ۔۔۔ اقصیٰ ۔۔۔ کے جلے ہوئے در و دیوار امت مسلمہ ہی نہیں گنبد خضریٰ کے مکیں کو بے چین کئے ہوئے ہیں۔ آخر یہ سب کچھ کیوں؟ اس کا جواب جس قدر واضح ہے اسی قدر تلخ بھی ۔ اور ہم اسے کسی دوسرے عنوان پر چھوڑتے ہیں۔ آئیے خالص مادی نکتہ نگاہ سے ہم ایک نظر عالم اسلام پر ڈالیں ۔ دنیا مختلف ادوار سے گزر چکی ہے۔ کبھی دور حجری تھا، کبھی بھاپ و آہنی کا۔ گو اب ایٹمی دور ہے لیکن یہ دور حقیقتاً روغنی ادوار (OILAGE) ہے۔ جہاں تک عالمی پٹرول کا تعلق ہے آج بھی ستر فی صد تیل کا ذخیرہ عالم اسلام کے پاس ہے۔ پٹ سن میں ساری دنیا کی پیداوار کا کم از کم آدھا حصہ پیدا کرتے ہیں۔ کھجور کے تو ہم بادشاہ ہیں ۔ ہمارے یہاں اس کی ترانوے فی صد پیداوار ہے ۔ ٹین باون فی صد ہمارے یہاں ہے ۔ زنجبار لونگ کا گھر ہے ۔ مختلف گرم مصالحے انڈونیشیا کی سرزمین میں سب سے زیادہ ہیں ۔ کھانے کے تیلوں میں پام آئل (PALM OIL) ساٹھ فی صد ہمارے علاقوں میں ہوتا ہے ۔ زیتون کا تیل بھی اسلامی ممالک میں دوسروں سے زیادہ ہے ۔ غذاؤں میں اناج کی مختلف اقسام مثلاً گیہوں، چاول، جوار، باجرہ ہم اپنی عالمی تعداد کے نقطہ نگاہ سے نہ صرف یہ کہ خود کفیل ہیں بلکہ اپنی ضروریات سے زیادہ پیدا کرتے ہیں ۔ اسی طرح تمام مشروبات میں چائے، کافی، کوکو وغیرہ میں ہم خود کفیل ہیں کسی کے محتاج نہیں ۔

جہاں تک معدنیات کا تعلق ہے ایک پاکستان ہی کو لیجئے سوئی گیس، خام لوہا، کوئلہ، سنگ مرمر متنوع اقسام قیمتی پتھر، زمرد اور دوسری معدنی خزائن بے انداز ہیں ۔ اس سب کچھ کے باوجود ہم معاشی و اقتصادی لحاظ سے ترقی یافتہ اقوام سے بہت پیچھے ہیں ۔ لیکن اگر تھوڑی سی منصوبہ بندی سے کام لیں تو ہم نہ صرف دوسروں کے مقابلہ پر آجائیں گے بلکہ ہم ان سب سے آگے قدم رکھ سکتے ہیں ۔ مسلم ممالک کے قدرتی ذخائر کا بالتفصیل خاکہ :۔

مسلم ممالک کی تجارت :۔

مسلم ممالک دنیا میں پائے جانے والے ربڑ کا ستر فیصد حصہ فراہم کرتے ہیں ۔ دنیا بھر میں پٹ سن

کی پیداوار کا ۴۰ فیصد حصہ مسلم ممالک کے پاس ہے کھوپرے کے تیل کی ۷۵ فیصد پیداوار مسلم ممالک کی رہین منت ہے۔ مصالحے اور ایسی ہی اشیاء کی ۷۸ فیصد پیداوار مسلم ممالک سے حاصل ہوتی ہے۔ کالی مرچ کی تیس فیصد پیداوار ان ملکوں میں ہوتی ہے۔

* الجیریا اور پاکستان میں قدرتی گیس کے بہت بڑے ذخائر پائے جاتے ہیں۔

لوہا، تانبا، پٹ سن، قلعی، بکسائیٹ، میگنیز، فاسفیٹ کرومائیٹ، چونے کا پتھر اور بہت سی معدنیات کے وافر ذخائر مسلم ممالک کے پاس ہیں۔ یورانیم جو ایٹمی توانائی پیدا کرنے کے لئے بے حد ضروری ہے وہ بھی افریقہ کے مسلم ممالک میں دستیاب ہے۔ زرعی پیداوار اور مویشیوں کے اعتبار سے بھی مسلم ممالک دنیا کا ایک اہم علاقہ شمار ہوتے ہیں اور پھلوں کی پیداوار کے لحاظ سے ان کا دنیا بھر میں جواب نہیں کیونکہ بحر روم کے اطراف کا تمام علاقہ جو دنیا کے لئے پھلوں کا باغ بہشت کہلاتا ہے مسلم ممالک کے پاس ہے۔ اب ذرا مسلم ممالک کی تجارتی پوزیشن بھی دیکھ لینی چاہئیے ہم اس ضمن میں صرف ان کی برآمدات کا ذکر کریں گے کیونکہ ان کی تجارت کی تفصیلات کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔ برآمدات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ برآمد ہونے والی اشیاء ان ملکوں کی اپنی ضروریات سے زیادہ ہے اس لئے وہ ان کے ذریعے زر مبادلہ کماتے ہیں۔

مسلم ممالک سے برآمد ہونے والی اشیا کی مختصر تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ عدن۔ کافی۔ کھالیں۔ تمباکو۔ مچھلی۔ نمک۔ پٹرولیم وغیرہ۔
۲۔ افغانستان:۔ قراقلی۔ اون۔ پھل۔ قالین وغیرہ
۳۔ الجیریا:۔ پٹرول۔ قدرتی گیس۔
۴۔ بحرین:۔ پٹرول۔ موتی۔
۵۔ انڈونیشیا:۔ ربڑ۔ پٹرول۔ کھوپرا۔ پٹ سن مسالے۔ تمباکو۔ کھوپرے کا تیل۔
۶۔ ایران:۔ پٹرول۔ کپاس۔ اون۔ پھل۔ قالین
۷۔ عراق:۔ پٹرول۔ کھجوریں (دنیا کی کل پیداوار کا اسی فیصد)
۸۔ اردن:۔ تانبے۔ کیمیاوی کھاد۔ تمباکو۔
۹۔ کویت:۔ پٹرول
۱۰۔ لبنان:۔ پھل۔ سیمنٹ۔ اون
۱۱۔ لیبیا:۔ پٹرول۔ کھجوریں۔
۱۲۔ ملائیشیا:۔ ربڑ۔ ٹین۔ کوئلہ۔ لوہا۔ بکسائیٹ وغیرہ
۱۳۔ مالی:۔ مونگ پھلی۔ چاول۔ گوند۔ مویشی
۱۴۔ مراکش:۔ فاسفیٹ۔ میگنیز۔ سیسہ۔ پھل وغیرہ
۱۵۔ مسقط اور عمان:۔ کھجوریں۔ پھل۔ مونگ پھلی۔
۱۶۔ نائیجیریا:۔ کپاس۔ کھالیں۔ مونگ پھلی۔ کوکو۔ ربڑ۔ لکڑی۔ کھوپرا۔ کھوپرے کا تیل۔

۱۷- پاکستان :- پٹ سن اور اس کی مصنوعات- کپاس ٹیکسٹائل یارن- نمک- مچھلی- چائے-

۱۸- قطر :- پٹرول

۱۹- سعودی عرب :- پٹرول- کھجوریں-

۲۰- سوڈان :- کپاس- تیل کے بیج- گوند- پھل

۲۱- شام :- پھل اور زیتون

۲۲- شارجہ وغیرہ- پٹرول

۲۳- تیونس :- خام لوہا- فاسفیٹ

۲۴- پھل- تمباکو- خام لوہا- تانبہ- کرومائیٹ- میگنیز

۲۵- متحدہ عرب جمہوریہ :- کپاس اور یارن

۲۶- یمن :- کافی (دنیا کی سب سے بہترین)

۲۷- زنجبار و تنزانیہ :- لونگیں- مسالے اور کھوپرا وغیرہ-

عالمی اسلامی مشترکہ اقتصادی منڈی

دنیا پہلے ہی بہت آگے نکل چکی ہے اور ترقی یافتہ قومیں ہر لحظہ اتنی تیز رفتاری سے ترقی کی منازل طے کر رہی ہیں کہ ہمارا گزرنے والا ہر لمحہ ہمیں ایک صدی پیچھے چھوڑ جاتا ہے- لیکن اس کے باوجود ہمیں مشیت ایزدی ہمارا ساتھ دیتی نظر آ رہی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس سہل انگاری کے باوجود ابھی کچھ اور باقی ہے- کتنے دکھ کی بات ہے کہ دنیا میں ۷۰ فیصد تیل ممالک اسلامیہ پیدا کریں لیکن کسی تیل کمپنی کے مالک وہی مسلمان ہوں- نہ اسے مسلمان چلاتے ہوں- اب پاکستان میں جو تیل کی تلاش کفار کر رہے ہیں کیوں نہیں مشرق اوسط کا کوئی ملک اپنے ماہر ادھر بھیجتا--- لیکن کوئی ماہر ہو تو آئے جب کو یہ سارے تیل کے گھر ہیں-

حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ دنیا میں اور خصوصیت سے مسلم ممالک میں تیل کی تلاش کا کام انہی مسلم ممالک کو کرنا چاہیے جو تیل کی پیداوار میں سر فہرست ہیں- لیکن یہ ممالک تو خود "سیاہ سونے" کے دریا بہانے کے علی الرغم اس کی تلاش کے لئے غیر ملکی کفار ماہرین کے ممنون احسان ہیں اور یہی غیر ملکی ماہرین مالکان تیل کو اس کی رائلٹی دیتے ہیں اور خود مالک بن بیٹھے ہیں- ضرورت ہے کہ عالم اسلام اس خواب گراں سے بیدار ہو اور اپنا ایک آئل کنسٹوریم بنائیں- سب سے پہلے تیل کے خزائن کو اپنے قبضے میں لے لیا جائے اس لئے کہ جب تک بنیادی پیداوار اپنے قبضے میں نہیں اس وقت تک کچھ ممکن نہیں- یہ کنسٹوریم تمام ممالک اسلامیہ کے ماہرین اقتصادیات کے مشوروں اور اس کی طویل منصوبہ بندی کی جا سکتی ہے- اگر یہ تجربہ کر لیا جائے تو بعید بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ ممالک اسلامیہ پر سامراجی اور اشتراکی دشمنوں کی بالا دستی بڑی حد تک کم کی جا سکتی ہے- اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اب تک ان مسلم ممالک میں تیل کی پائپ لائنیں کیوں نہیں بچھائی گئیں جب کہ یہ ممالک ان ممالک سے تیل

منگواتے ہیں جو خود اسلامی ملکوں سے حاصل کرتے ہیں۔

مشرقِ اوسط سے پائپ لائن یورپ کو جا سکتی ہے لیکن پاکستان کیوں نہیں آتی اور ابھی چوبیس برس میں اس سلسلہ میں کچھ کام ہوا۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ مشرقِ اوسط سے تیل برطانوی اور امریکی کمپنیاں حاصل کرتی ہیں اور پاکستان بھی تیل ان سے خریدتا ہے جس کی سالانہ رقم ۴۰ کروڑ روپے بنتی ہے۔ اور پھر بات یہیں نہیں ختم ہوتی بلکہ تیل کی وہ رائلٹی جو عرب ممالک حاصل کرتے ہیں وہ انہیں نہیں دی جاتی بلکہ خود ہی کفار ممالک اپنے بنکوں میں جمع رکھتے ہیں۔ گو یہ اپنی شیوخ کے اکاؤنٹس میں جمع ہوتی ہے لیکن اس کا فائدہ آخر ان مسلم ممالک کو کیا ہوا؟ تیل بھی گیا اور اس کی ملکیت سے بھی ہاتھ دھوئے اور رقم کوئی معمولی نوعیت کی نہیں ہوتی۔ ۱۹۵۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق صرف شیخ کویت کی جو رقم بنک آف انگلینڈ میں تھی وہ ۶۰ کروڑ پونڈ تھے۔ اس طرح برطانیہ، سوئٹزرلینڈ۔ امریکہ اور مغربی جرمنی میں محفوظ سرمایہ کا حساب لگایا جا سکتا ہے۔ اور اس کا فائدہ ان ممالک کے واسطے یا بالواسطہ اسرائیل اور دنیا بھر کے یہودی اٹھاتے ہیں۔ اگر یہ فاضل رقم اسلامی ممالک کو بطور قرض ہی دی جائے یا اس سے ان منصوبوں پر عمل کیا جائے جن سے ممالک اسلامیہ دشمنوں سے دست نگر رہتے ہیں تو کیا اس میں کوئی برائی ہے۔

اگر حسابات کی رو سے دیکھا جائے تو ملت اسلامیہ کے پس ماندہ یا ترقی پذیر ممالک جو غیروں سے سود در سود پر قرض حاصل کرتے ہیں ان شیوخ کی نصف رقم سے اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں اور اس سے گھر کی رقم گھر ہی میں رہے گی۔ اسی طرح دوسری پیداوار میں خام لوہا ہے، ربڑ ہے، ٹین ہے۔ یہ تمام خام مال ہمارے ممالک سے غیر ممالک میں جاتا ہے اور وہ تیار ہو کر کئی گنا منافع پر پھر ہمیں دیتے ہیں۔

مسلمان ممالک کو ماہرین کا ایک کمیشن مقرر کرنا چاہیئے جو مسلمان ممالک کے تعاون کا جائزہ لے اور اس کے آئینہ میں ملت اسلامیہ کے تمام وسائل کو یکجا کر کے ایک وسیع تر مفاد کا نقشہ ترتیب دے کر جو کہ تمام شعبہ ہائے زیست پر حاوی ہو۔ فولادی صنعتیں، انجینئرنگ کی صنعتیں، آٹوموبائیل، ٹینک سازی، جہاز سازی اور دوسرے حرب حتیٰ کہ ایٹم کی تیاری تک اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں اور باعزت اقوام کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو خلوص دل سے اس طرف توجہ دینا لازمی ہے۔

(بشکریہ وفاق کراچی)

انوار الصوفیہ آپ کا اپنا جماعتی ماہنامہ ہے اس لئے اس کی اعانت و امداد آپ کا اخلاقی فرض ہے

مغربی تہذیب

اس وقت مغربی تہذیب جس نے ہماری آنکھوں کو خیرہ کیا ہوا ہے در حقیقت اب اسی طرح چراغ سحری کی طرح ہے جو بجھنے کے قریب بھڑکتا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس موضوع پر کچھ عرض کروں۔ یہ واقعہ ہے کہ اس دور میں یعنی پچھلے دو سو سال میں بے شمار ذرائع کی فراوانی ہوئی ہے اور جس قدر ذرائع زیادہ ہوتے گئے ہیں اتنی ہی نیکی کی خواہش کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔

خیال کیجئے اب سے دو سو برس پہلے کیا وہ ذرائع جو آج آپ کے پاس ہیں موجود تھے؟ آپ کے ذہن میں اس کا خیال بھی نہیں گزر سکتا کہ وہ ذرائع ہمارے بڑوں کے پاس عشر عشیر بھی نہ تھے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ایک شخص اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں میں جاتا تھا تو اس کو بڑی محنت اٹھا کر سفر کرنا پڑتا تھا۔ اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانا ہوتا تھا تو وہ وصیت وغیرہ کر کے جاتا تھا۔ کیونکہ سفر کی دشواریوں کی وجہ سے یہ یقین نہیں ہوتا تھا کہ واپس آنا بھی ہوگا یا نہیں اسی طرح سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا ہوتا تو نہایت ہی دشواریاں پیش آتی تھیں۔ لیکن آج آپ کے سامنے بے شمار ذرائع موجود ہیں۔ یعنی ریل ہے۔ موٹر ہے۔ جہاز ہیں۔ ہوائی جہاز ہیں اور روز بروز آپ کی دشواریاں کم ہوتی جا رہی ہیں۔ انسانی سفر کی رفتار جو چند میل فی گھنٹہ تھی اب وہ سینکڑوں میل فی گھنٹہ تک پہنچ چکی ہے۔

اسی صورت سے رسل و رسائل کے معاملہ کو لے لیجئے۔ پہلے اگر کسی کا عزیز پردیس میں ہوتا تھا تو وہاں سے اس کی خبر تک کا آنا ایک بہت مشکل چیز تھی۔ لیکن اب تم دیکھتے ہو کہ ڈاک ہے۔ تار ہے۔ وائرلیس ہے۔ ہر قسم کی سہولتیں موجود ہیں۔ پچھلے دو سو سال میں حضرت انسان نے ذرائع تو بہت معلوم کر لئے اور ان کی تعداد بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے لیکن نیکی کی خواہش دلوں سے کم ہوتی چلی گئی۔ اگر یہی ذرائع انسان کی بہبودگی کے لئے استعمال ہوتے تو یہ ہی دنیا کی زمین جنت بن جاتی۔ نہ یہ پریشانیاں ہوتیں اور نہ ہی یہ ہوتا کہ آج چند نفوس دنیا بھر کی نعمتوں سے نفع اندوز ہیں اور کروڑوں انسانوں کو دو وقت کی روٹی ہی نہیں ملتی۔

یہ کیا ہے۔ یہی کہ ذرائع کی فراوانی کو نیکی کے راستہ پر استعمال نہیں کیا جا رہا ہے۔

پہلے اگر کوئی شخص پردیس میں جاتا تھا تو اپنے عزیزوں واقارب کی خبر گیری کا فکر دامن گیر رہتا تھا اور ان کو خرچ بھیجنے کے لئے ذرائع ڈھونڈتا تھا جو بمشکل دستیاب ہوتے تھے۔ لیکن آج آپ دیکھیں گے کہ ذرائع تو سب موجود ہیں یعنی تار کا ذریعہ۔ پوسٹ آفس کا ذریعہ ڈاک کا ذریعہ وغیرہ۔ لیکن اب خود اس کا اپنا خرچ اتنا ہے اور خواہشات نفس اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ان ذرائع کو استعمال کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے ذرائع بڑھتے جاتے ہیں لیکن نیکی کی خواہش کم ہوتی جاتی ہے۔

یہ مغربی استبداد اور تہذیب کا ہی اثر تھا جس نے ہمارے بزرگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ اور وہ خیال کرنے لگے کہ جو یورپ کی جدید معلومات ہیں وہ ہی ٹھیک ہیں۔ وہ ذہنیت ہمارے پاس بھی پہنچی ہے اور آج ہم اسی حالت میں ہیں کہ جس چیز کی بابت یورپ کی تصدیق ہو جاتی ہے تو ہم اس کو ٹھیک سمجھتے ہیں اور جب تک ان کی مہر ثبت نہیں ہوتی ہم اس کو صحیح سمجھنے میں پس وپیش کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی کافر اسلام کے متعلق کوئی کلمہ خیر کہہ دیتا ہے یا بیان دیتا ہے تو وہ ہماری آنکھوں میں بہت بڑی وقعت رکھتا ہے۔ اس کی تہ میں بھی وہی احساس کمتری ہے جو اہل مغرب کو اپنا استاد ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ بھی ذہنی غلامی کہلاتی ہے۔ اگرچہ انگریز کا تسلط پاکستان سے اٹھ چکا ہے مگر ابھی تک ہمارے ذہنوں پر اس کی حکومت باقی ہے۔ ہمارے دماغ ابھی تک اس کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس نے کبھی سوچا بھی ہے کہ باوجود اس قدر ایجادات کے جس کا سہرا یورپ کے سر ہے کہ آیا یورپ نے واقعی کوئی ترقی بھی کی ہے یا نہیں۔ اہل مغرب تو یہ سمجھ کر ایجادیں کر رہے تھے کہ جس قدر ایجادیں اور ذرائع زیادہ ہوں گے اسی رفتار سے وہ کائنات کے راز بھی معلوم کر لیں گے اور وہ بہت جلد فطرت پر ان کو قابو حاصل ہو جائے گا۔ یہ صحیح ہے کہ ایجادات ہوئیں اور فطرت کے کچھ معمولی راز بھی معلوم ہوئے لیکن بقول نیوٹن کے ہماری مثال اس شخص کی سی ہے جو سمندر کے کنارے پر بیٹھا ہوا سنگ ریزوں سے کھیل رہا ہو یعنی سمندر کی گہرائیوں اور وسعت کا اس کو کیا اندازہ ہو سکتا ہے جو ابھی کنارے پر ہی بیٹھا ہوا ہو۔ اتنی معلومات کر لینے کے بعد بھی مغرب فطرت کے رازوں سے ایسا ہی نا آشنا ہے جیسا کہ ان تمام ایجادوں اور معلومات حاصل کر لینے سے پہلے تھا اور فطرت کے اوپر فتح پانے کے خواب اسی طرح شرمندہ تعبیر ہے۔ یورپ اس پر کیا فتح پاتا اس نے اس فتح کے زعم میں اپنی ہی فطرت کو مسخ کر لیا۔ نیکی کی خواہش ہی کو دلوں سے مٹا دیا۔ وہ رفتہ رفتہ یورپ سے کم ہوتی چلی گئی۔ اس سلسلہ میں صنعتی انقلاب (انڈسٹریل ریزولیوشن) کا ذکر برمحل ہوگا۔ یہ وہ ہی انقلاب ہے جس نے انگلستان

کی کایا پلٹ دی اور بھاپ کی قوت نے صنعتوں کے اندر انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ مصنوعات کی اس قدر فراوانی ہوئی کہ اب ان کا اپنے ملک میں کھپنا مشکل ہو گیا اور نئی منڈیوں کی فکر ہوئی۔ یہ بھی منڈیوں کی خواہش تھی جس نے دوسرے ملکوں کو فتح کرنے پر اُبھارا اور دولت اور صنعت کی بے پناہ قوت سے ان کی امداد کی۔ یہ جوع الارضی تھی جس نے دنیا کی ضعیف قوموں کو غلام بنایا اور ہر قسم کے جور و استبداد کو حصول مقصد کے لئے جائز کر دیا۔ لیکن خود اپنے گھر میں بھی اس سے آگ لگ گئی۔ دولت کھنچ کھنچ کر چند ہاتھوں میں جمع ہونے لگی اور چھوٹے کاریگر رفتہ رفتہ اپنے کام بند کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کے لئے یہ بھی بس رہ گیا کہ وہ ملوں میں ملازمت کریں اور اس طرح طبقاتی تنازع کی بنیاد پڑی جس کے جلو میں اشتراکیت نے جنم لیا۔ آج دنیا دو فریقوں میں تقسیم ہو چکی ہے ایک طرف سرمایہ دار کے علمبردار امریکہ کی قیادت میں صف آرا ہیں اور دوسری طرف اشتراکیت کے پیرو روس کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی تباہی کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ ایٹمی لڑائی کا نتیجہ نسل انسانی کے لئے ایک یقینی خطرہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ کس طرح نیکی کی خواہش دلوں سے نکل گئی۔ اور اب فکر ہے تو اپنی قوم کی یا جغرافیائی حدود میں محدود قوم کی۔ یورپ جو کبھی عیسائیت کا گہوارہ تھا اب دولت حاصل کرنے کا گہوارہ بن کر رہ گیا ہے جو چاہتے ہیں کہ دنیا بھر کا پیٹ کاٹ کر اپنا پیٹ بھر لیں۔ آج مغربی تمدن کی یہ ہی شان ہے کہ چند آدمیوں کے ہاتھ میں دولت کے انبار ہیں اور باقی نوع انسانی بھوکی مر رہی ہے۔ امیر مال مست ہیں اور غریبوں کے دکھ درد سے بے فکر ہیں۔ غریبوں کے دلوں میں حسد و غضب کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ ایک طرف قوت کا نشہ ہے تو دوسری طرف کثرت تعداد کا احساس غرضیکہ دنیا نمونہ دوزخ بن کر رہ گئی ہے۔

آپ نے دیکھ لیا جتنی فراوانی ذرائع کی ہوئی اتنا ہی دلوں کے اندر سے نیکی کا جذبہ کم ہوتا چلا گیا۔ یہ جذبہ کہاں سے ملتا ہے۔ یہ پیغمبروں کے ذریعہ سے ہاتھ آتا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ تم نے احکم الحاکمین کے سامنے بھی جانا ہے۔ جہاں ہر چیز کا حساب ہو گا۔ جہاں کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ وہاں ہر ظلم کا بدلہ دلایا جائے گا۔ جب یہ تخیل دماغوں سے مٹنے لگتا ہے اور دولت کی خواہش دل میں جگہ لینے لگتی ہے تو خواہ ذرائع کی کتنی ہی فراوانی ہو جائے انسانیت مجروح ہو کر پامال ہونے لگتی ہے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ امریکہ میں بے شمار دودھ دریاؤں میں بہا دیا جاتا ہے کیونکہ اگر یہ سارے کا سارا بازار میں آ جائے تو دودھ کا بھاؤ کم ہو جائے اسی طرح قہوہ بھی تباہ کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی قیمتوں میں فرق نہ آنے پائے۔ اور حسب منشا دام وصول ہو سکیں۔ اسی طرح آپ اور بے شمار چیزوں پر قیاس کر لیجئے۔ یعنی ذرائع موجود ہیں اور انسانی ضروریات کی تمام چیزیں حاصل کی جاتی ہیں مگر وہ سب انسانوں تک نہیں پہنچتی ہیں کیونکہ کسی کو انسانی ضرورت ملحوظ نہیں ہے نہ ضرورت مند کی مدد کا جذبہ ہے

یعنی ذرائع تو سب موجود ہیں مگر نیکی کا خیال دل سے غائب ہے
فرمان خداوندی ہے غور کیجیے:۔ ترجمہ
ہے کتنی بستیاں ہیں جن کے لوگ ظلم کیا کرتے تھے۔ جن کو
ہم نے ہلاک کر دیا۔ اور اب ان کی کیفیت یہ ہے کہ وہ اپنی
چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنوئیں ہیں جو ویران پڑے
ہیں اور کتنے قلعی چونے کے محل ہیں جو چھتوں پر گرے پڑے
ہیں کیا ان لوگوں نے زمین پر پھر کر نہیں دیکھا۔ کاش ان کے
قلب ہوتے جن سے سمجھتے۔ ان کے کان ہوتے جن سے
سنتے۔ بات یہ نہیں ہے کہ آنکھیں ا... ہیں۔ بلکہ
سینوں کے اندر جو دل ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔

ظلم ... میں کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے محل کے
خلاف استعمال کرنے کو۔ غور کیجیے کہ ظلم کا اطلاق آج ان
بستیوں پر نہیں ہوتا جس کو عرف عام میں ہم متمدن کہتے ہیں۔

مغربی تمدن آپ کے سامنے ہے اور آپ کی نگاہیں
اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر خیرہ بھی ہو جاتی ہیں۔ ابھی آپ
میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو ۱۹۱۴ء کی لڑائی سے پہلے
مغربی تمدن کی شان و شوکت دیکھ چکے ہیں۔ لیکن دو
لڑائیوں نے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ تمدن رحمت نہیں ہے
بلکہ لعنت ہے۔ یہ انسانوں کو ایندھن کی طرح لڑائی
کی بھٹیوں میں جلاتا ہے۔ کروڑوں انسان ان دو لڑائیوں
میں ختم ہو گئے۔ کیا ایسا تمدن رحمت ہو سکتا ہے؟ آج
یہ متمدن لوگ ہی خود نہیں لڑتے بلکہ غلام لوگوں اور ضعیف
قوموں کو بھی مجبور کرتے ہیں کہ وہ بھی لڑیں۔ یہ وہ
قومیں ہیں جنہوں نے پہلی دو لڑائیوں میں کروڑوں انسانوں
کو ختم کیا اور اب پھر ایک اور لڑائی کی تیاری میں مصروف
ہیں۔ اس تمدن کا جو انجام ہونے والا ہے وہ اس آیت
سے روشن ہے جس کا ترجمہ میں نے پیش کیا ہے۔ اور
یہی حال ان کا بھی ہونے والا ... جو ان کی تقلید کرتے ہیں
آج بھی موقعہ ہے کہ ہم ... کہ جو تمدن یورپ نے دیا
تھا وہ ت... ی کی طرف لے جا رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہے
... دو لڑائیوں میں کتنی ہلاکت ہو چکی ہے۔ اس آنے
والی لڑائی میں اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ کیا یہ لوگ
تباہی کی طرف نہیں لے جا رہے۔ یہ خود ہی نہیں ڈوبیں
گے بلکہ بیشتر انسانوں کو اپنے ساتھ ڈبوئیں گے۔ کیا اب
بھی ان کو استاد ہی مانتے رہیں گے اور ان کی ہر ادا پر
قربان ہوتے رہیں گے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

یہ وہ اندھی قومیں ہیں جن کو زندگی کی حقیقت معلوم
نہیں ہو سکی۔ ان کے سینوں میں دل اس طرح سخت ہیں کہ
ان دلوں میں سچی مسرت کا اثر ہی نہیں ہے۔ اگر وہ بظاہر خوش
نظر آتے ہیں تو وہ لمحات ہیں جب شراب کے پیچھے وہ
اپنا غم غلط کر لیتے ہیں۔

(بشکریہ رفاق)

محمد صادق۔ قصور

اقبالؒ اور ان کے ہم عصر صوفیائے کرام

ماہنامہ "ضیائے حرم" اکتوبر ۱۹۷۰ء کے شمارے میں جناب عابد نظامی صاحب کا مضمون "اقبالؒ اور ان کے ہم عصر صوفیہ" نظر سے گزرا۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ عابد صاحب نے جہاں دوسرے مشاہیر صوفیہ کرام سے اقبالؒ کی عقیدت و محبت کے پھول بکھیرے ہیں وہاں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ ہمیں عابد صاحب کی نیت پر شیہ نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے علم میں امیر ملتؒ اور اقبالؒ کے تعلقات نہ ہوں۔ کاش کہ عابد صاحب کی نظر پروفیسر محمد طاہر صاحب فاروقی کی مشہور و معروف کتاب "سیرت اقبال" مطبوعہ قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور نظر سے گزری ہوتی تو ان سے یہ فرو گذاشت نہ ہوتی۔

اقبالؒ کی حضرت امیر ملتؒ سے والہانہ عقیدت کے صرف دو تین واقعات عرض کرنے پر اکتفا کروں گا اگر ضرورت ہوئی تو تفصیل سے پھر کبھی عرض کر دیا جاوے گا۔

لاہور کے ایک جلسہ میں اقبال ذرا دیر سے پہنچے جگہ نہ ملنے کے باعث حضرت امیر ملتؒ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت نے فرمایا۔ اقبال صاحب! آپ نیچے کیوں بیٹھ گئے ہیں۔ اس پر علامہ نے کہا حضور بزرگوں کے قدموں میں بیٹھنا ہی سعادت ہے۔ یہ سن کر حضرت امیر ملتؒ نے فرمایا کہ جس کے قدموں میں اقبال آجائے اس کے نصیبوں کا کیا کہنا۔

لاہور ہی کی ایک محفل میں علامہ اقبالؒ حضرت امیر ملتؒ سے مصروف گفتگو تھے کہ باتوں باتوں میں حضرت نے فرمایا۔ اقبال صاحب! آپ کا ایک شعر تو ہمیں بھی یاد ہے۔ اقبال نے عرض کیا۔ حضور کون سا شعر؟ پھر حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہ سن کر اقبالؒ نے نمناک آنکھوں سے عرض کی۔ حضرت میری بخشش کے لئے یہی شعر کافی ہے۔

اقبال کی بیعت کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ بعض کا

خیال ہے کہ اقبال حضرت سلطان العارفین قاضی سلطان محمود دربار آوان شریف کے مرید تھے۔ یہ بات غلط ہے اقبال اپنے والد ماجد حضرت شیخ نور محمد کے دست حق پر بیعت تھے۔ اس بات کا انکشاف سب سے پہلے حضرت امیر ملت نے ہی ۱۹۳۵ء میں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ اقبال نے یہ بات مجھے رازدارانہ طور پر بتائی تھی۔

اقبالؒ نے "مرد مومن" کے عنوان سے حضرت امیر ملتؒ کے متعلق "پیام مشرق" میں ایک نظم میں بھی لکھی ہے۔ ان تمام شواہد کے باوجود حضرت امیر ملتؒ کا تذکرہ اقبال میں ذکر نہ کرنا غیر موزوں ہے۔

اخبار آستانہ عالیہ علی پور شریف

اعلیٰ حضرت شمس الملت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب کراچی سے ۷ جنوری کو تشریف لائے اور عارف والا میں ایک تقریب پر تشریف لے گئے۔ عالی جناب مولانا جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب۔ مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب عالی جناب رئیس المتکلمین پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب۔ عالی جناب پیر سید نذر حسین شاہ صاحب و دیگر حضرات علی پور شریف ہیں۔

آستانہ عالیہ میں ہر طرح سے خیر و عافیت ہے۔ تمام حضرات خیر و عافیت کی فضا میں نہایت مسرت و شادمان ہیں اور پاکستان کی سالمیت اور اس کی بقا اور بحالی جمہوریت اور عوام کی آزادی اور آسودگی کے لئے بدرگاہ رب العالمین سربسجود اور تضرع وزاری سے دست بدعا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اپنے مقرب اور نیک بندوں کی عبادت اور نیکی اور توبہ و استغفار اور شب بیداری اور آہ وزاری کا صدقہ یقیناً پاکستان کی بنیادوں کو محکم اور مضبوط کرے گا اور مکار دشمن کو جو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور مٹانے کے درپے ہے۔ نیست و نابود کر دے گا اور اس کو ہرگز اس کے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہونے کی مہلت نہیں دے گا۔ حضرت معین الملت مدینہ منورہ تشریف فرما ہیں اور پاکستان کی سالمیت کے لئے شب و روز دست بدعا ہیں۔ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد واپس تشریف لائیں گے۔

جناب ہاشم
ضیائی بدیرنی

رہنے دے

وقارِ سائلِ شاہِ حجاز رہنے دے
کریم حیلۂ رحمت کو باز رہنے دے

بلند ہمتِ اہلِ نیاز رہنے دے
ہیں سر بسجدہ انہیں سرفراز رہنے دے

نہ بند ہو نگہِ نیم باز رہنے دے
نظر میں نقشِ حسینِ حجاز رہنے دے

جہاں میں ان کو خدا سرفراز رہنے دے
وقارِ خاک نشینِ حجاز رہنے دے

حرم کو مرکزِ ناز و نیاز رہنے دے
یہاں حضور کو مصروفِ ناز رہنے دے

مرے گناہوں کو رحمت سے اپنی بخش بھی دے
حسابِ حشر مرے کارساز رہنے دے

وہی ہے معتمدِ بارگاہِ حسنِ ازل
جو رازِ عشق و محبت کو راز رہنے دے

عرب کے چاند ہے بدلی کا چاند تیرا جمال
نہ منہ چھپا تہِ زلفِ دراز رہنے دے

کریم مجمعِ محشر کو دے نویدِ نجات
ہے نیک و بد کا یہ کیوں امتیاز رہنے دے

نہ ہو طوافِ حرم جب تک اے اجل مجھ کو
رہینِ منتِ عمرِ دراز رہنے دے

حسین کعبہ تمہری چشمِ ناز کے صدقے
مری طرف نگہِ دلنواز رہنے دے

اُٹھا نہ سنگِ درِ مصطفےٰ سے ہاشم کو
خم اُن کے در پہ جبینِ نیاز رہنے دے

مدیر مسئول غلام رسول گوہر
جماعتی نقشبندی

جہاد اسلام کی رُوح ہے

جو چیز جس قدر اہم اور قیمتی ہوگی اس کے حصول یا اس کی حفاظت کے لئے اتنا ہی اہم قدم اٹھانا ہوگا اور اس کے لئے اس کو جو اس سے کمتر درجہ کی چیز ہے قربان کرنا ہوگی۔ دنیا کا سارا نظام اور اس کی بقا اور تحفظ کا محور و مرکز یہی قربانی اور فداکاری ہے

جس قوم میں حصول مقصد کے لئے فداکاری اور قربانی کا جذبہ موجود ہے وہ قوم اقوام عالم میں سرفراز اور سربلند اور باعزت ہوکر زندہ رہنے کا حق رکھتی ہے اس کی مثال جان اور زندگی کی ہے کہ انسان کو یہ بہت محبوب و مرغوب ہے۔ اس کے بقا و تحفظ کے لئے اسے کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔ محنت و مشقت سے اکتساب مال و زر کرتا ہے تو اپنی جان کے لئے کہ اس کے لئے اس کی غذا اور خوراک مہیا کرے اور سردی اور گرمی سے بچانے والا اس کے لئے لباس تیار کرے۔ آرام و راحت سے ایام زیست کو پورا کرنے کے لئے مکان اور گھر تیار کرے یہاں تک وہ اپنی [illegible] کی آسائش و بقا کے لئے اپنی ہر چیز اس پر قربان کر دیتا ہے۔ انسان بیمار ہوجائے تو وہ [illegible] اور علاج پر بے دریغ گاڑھے پسینہ سے کمایا ہوا مال پانی کی طرح بہا دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی جان کو صحت ہو اور جس تکلیف کا وہ شکار ہے اس سے نجات ملے۔ جب جان کے تحفظ اور اس کے بقا کے لئے ہر چیز قربان کر دی جاتی ہے تو جان سے بھی جو چیز عزیز ہے اس کے بقا کے لئے یقیناً جان کو قربان کرنا ضروری ہوگا۔

آپ سوچیں گے کہ بھلا جان سے عزیز کیا چیز ہوسکتی ہے۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ جان سے عزیز اور اس سے زیادہ مہنگی اور قیمتی آدمی کا دین اس کا ایمان، اس کا خدا، اس کا رسول، اس کا قرآن ہے اور دنیا کی تمام مادی اور کوری اشیاء اس سے کم تر اور نہایت ہی کم تر ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم کہتا ہے "اے محبوب آپ کہیں اگر تمہیں اپنے باپ اور اپنے بیٹے اور اپنے بھائی اور اپنی بیویاں اور اپنا کنبہ اور اپنا مال جس کو تم نے کمایا ہے اور تجارت میں لگایا کا تمہیں اندیشہ رہتا ہے اور تمہارے گھر جس سے تم خوش

جو زیادہ محبوب ہیں تمہاری طرف اللہ اور اس کے رسول
اور اس کے راہ میں جہاد کرنے سے تو تم انتظار کرو۔
یہاں تک کہ آئے اللہ اپنے امر کے ساتھ اور اللہ نہیں
ہدایت دیتا حکم عدولی کرنے والوں کو" قرآن پاک کی اس
آیت نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ اللہ اور اس کا رسول
اور اس کے راہ میں جہاد ہر محبوب سے بھی محبوب ہے۔
اور جب تک کسی اسلام کا دعوےٰ کرنے والے میں یہ
حقیقت پیدا نہ ہو تب تک وہ اسلام میں اس کا ثمرہ اور
نتیجہ پا نہیں سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس اللہ اس پر غضبناک
ہوتا ہے۔

صحابہؓ کی پاکیزہ زندگی میں غور کرنا چاہیئے کہ انہوں نے
دین کی خاطر وطن عزیز کی قربانی دی یعنی ہجرت کی۔ اپنا روزگار
اپنی تجارت، اپنا گھر بار، اپنے اعزہ واقارب اور اپنے ماں
باپ اور اولاد سب کچھ قربان کر دیا اور ہر چیز سے لاتعلق
ہو گئے۔ ان کا مطمح نظر صرف ایک اور وہ دین تھا۔ وہ کفار
سے جہاد کرتے تھے تو صرف دین کے لئے۔ اس کے
سوا ان کا مقصد کچھ نہ تھا۔ وطن اور اس کی توسیع اور
جان کی حفاظت، قوم و ملت کا بقا یہ تمام اغراض ثانوی
حیثیت رکھتے ہیں۔ یعنی جہاد میں یہ اشیاء مقصد اور منتہائے
نظر نہیں ہیں۔ لیکن جہاد میں یہ چیزیں از خود بطور ثمرات
لازم کے ضرور حاصل ہوتی ہیں۔ جب یہ حقیقت مبرہن
اور واضح ہو گئی کہ ایمان و اسلام سے ہر چیز پست اور
کم تر ہے تو وقت آنے پر ایمان و اسلام پر مرد مومن
اپنی متاع جان و مال قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا
اور جب جان و مال کو محض ایمان و اسلام کے لئے
قربان کر کے اللہ کے نزدیک درجۂ شہادت پر فائز
ہوتا ہے تو اس کو یہ سودا بہت ارزاں اور سستا
پڑتا ہے۔ اور وہ سرخ رو اور فلاح یاب ہوتا ہے۔
اور وہ تمنا کرتا ہے کہ بار بار دنیا میں آئے اور لذت
شہادت اٹھاتا رہے

مومن کا انتہائے کمال اور معراج مدارج جذبہ
فداکاری اور قربانی سے ہی حاصل ہوتا ہے جس کی
ایک نوع جہاد فی سبیل اللہ ہے جس کا قرآن پاک
میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے اور وعدہ کیا ہے
کہ اگر تم محض اس کی رضا کے لئے شریک ہو کر جہاد
کرو گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ جب تک مسلمان
جہاد کرتے رہے تب تک دنیا میں باعزت اور با
رعب ہو کر رہے کہ ان کی طاقت کے مقابلہ میں
کوئی طاقت بڑی متصور ہی نہ ہوتی تھی۔ اور اگر کوئی
طاقت ظاہر بینوں کی نظر میں بڑی بھی سمجھی جاتی تھی تو
جب اس کا اہل اسلام سے مقابلہ ہوتا تھا تو وہ
پاش پاش ہو کر رہ جاتی۔ اور اپنی کمزوری اور پستی
کا رونا روتی۔ مسلمانوں نے جذبہ جہاد کے نشہ
میں سرشار ہو کر جس طرف رخ کیا فتح و نصرت نے
ان کے پاؤں چومے۔ قیصر و کسریٰ اور دیگر طاقتوں نے
ان کی بہادری کا لوہا مانا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک

مختصر زمانہ میں اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر اکناف عالم میں پھیل گیا اور ہر جگہ خدائے برتر کے آگے جھکنے لگے۔ اس کی توحید کے ترانے گائے جانے لگے۔ مندروں کی جگہ مساجد تعمیر ہونے لگیں۔ جہاد کے معنی صرف محنت اور کوشش کے ہیں۔ دین کے لئے جو بھی کام کیا جائے یا محنت اور کوشش کی جائے جس سے دین کو تقویت پہنچے اور اس کا دائرہ تبلیغ وسیع تر ہوتا چلا جائے جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کے علاوہ دین کی خاطر کفار کے ساتھ اپنی جان و مال سے جنگ کرنا بھی جہاد ہے۔ جہاد کا حکم ہجرت کے بعد ہوا اس لئے کہ مسلمانوں کی حالت ظاہری اعتبار سے بہت کمزور تھی اور اللہ اپنے وعدے کے مطابق بندوں کو ان کی وسعت اور طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔ اس لئے انہیں اگرچہ کفار ان پر اذیتوں اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے تھے یہی کہا گیا۔ ذکر کرو۔ صبر کرو اور نمازیں پڑھو۔

جب حضور نبی اکرم علیہ السلام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور آپ کے اصحاب بھی آہستہ آہستہ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور منظم طور پر وہاں ایک حکومت کی اساس ڈالی گئی اور دین اسلام کو تقویت کی غذا حاصل ہوئی اور مسلمانوں میں جہاد کی قوت اور طاقت کا اظہار ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاد کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں سب سے پہلی جنگ کفار مکہ کے ساتھ مقام بدر میں اور دوسری جنگ احد پہاڑ کے دامن میں لڑی گئی اور ان دونوں جنگوں میں مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے عددی قلت کے باوجود شاندار فتح حاصل کی۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی روح ہے۔ اسلام اسی کے ساتھ زندہ و تابندہ ہے۔ جب تک اسلام میں جہاد ہوتا رہا اسلام بڑھتا رہا اور مسلمان اقوام عالم پر غالب رہے اور جب جہاد کا تصور دلوں سے مٹ گیا اور عملی طور پر اس کا وجود ختم ہو گیا تو مغلوب ہو گئے۔

ہمارے بھی ہیں مہرباں ایسے ایسے

جناب دفعدار مختار علی خاں صاحب ہربنس پورہ لاہور نے سابقہ خریداروں کے علاوہ اور گیارہ خریدار دیئے اور ان کا نقد چندہ ۱۱۰ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کئے۔

جناب حافظ محمد صدیق انور جماعتی ملتان نے مبلغ -/۲۵

جناب محمد شفیع صاحب صراف ملتان نے مبلغ -/۲۰

جناب محمد علی صاحب ساکن پھلاواں نے مبلغ -/۵۰

جناب غلام نبی صاحب آئرن مرچنٹ سانگلہ ہل بواسطہ جوہر الملت مدظلہ، مبلغ -/۵۰

جناب صوفی میاں شوکت علی صاحب نے اپنے پاس سے -/۵۰ اور دیگر چند احباب سے جمع کر کے مبلغ -/۲۰ کل -/۷۰

جناب محمد صدیق پیش امام نورانی مسجد دعویدو نامدو -/۲۰

جناب اظہر صاحب جماعتی نقشبندی تلہ گجر سنگھ لاہور ایک خریدار

جناب محمد ناظم صاحب خزانچی ضلع ساہیوال -/۲۰

محمد صفدر جماعتی انوری
سیالکوٹ

ماضی و مستقبل

قفس میں مجھ سے رودادِ چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

نظامِ عالم میں ہمیں دو چیزیں نظر آتی ہیں، ایک تعمیر اور دوسری تخریب۔ کہیں نئے درخت اُگ رہے ہیں اور خشک درختوں کو کاٹا جا رہا ہے۔ کہیں نئی عمارتیں کھڑی ہو رہی ہیں اور پرانی گر رہی ہیں۔ ہم اکثر نئی اشیاء خریدتے رہتے ہیں اور پرانی ناقابلِ استعمال اشیاء کو ضائع کر دیتے ہیں۔ کسی گھر میں شادی خانہ آبادی کے سلسلے میں خوشیاں ہو رہی ہیں۔ زندگی کے لیل و نہار ایسے ہی مشاہدات کے ساتھ گزرتے چلے جاتے ہیں۔ زندگی میں ترقی حاصل کرنے کے لئے انسان طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کرتا ہے۔ وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو جاتا ہے لیکن بعض اوقات اس کی ترقی تنزل کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ لیکن انسان عزم و ہمت کے ساتھ تنزل کی یادگاروں کو ملیا میٹ کرتا ہوا ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اس کارخانۂ قدرت میں اہلِ ہنر نے طرح طرح کی ایجادات میں حصہ لیا۔ یہ لوگ بامِ عروج پر پہنچے۔ لیکن انہی کی چند خامیاں اِن کے زوال کا سبب ہوئیں۔ جن قوموں نے دنیا کے لئے مفید تمدن پیش کیا وہ قومیں زندہ رہیں۔ لیکن وہ اقوام جنہوں نے ظاہری جاہ و جلال سے دنیا کو دھوکا دیا صفحۂ ہستی سے اس طرح مٹا دی گئیں جیسے تھیں ہی نہیں۔ قیصر و کسریٰ کی تہذیب ختم ہوئی اسلامی تہذیب کا آغاز ہوا۔ وہ انسان جو اپنے متعلق معمولی واقفیت رکھتا تھا اپنے آپ کو اشرف المخلوقات سمجھنے لگا۔ وہ جان گیا کہ ارض و سما، بحر و بر، حیوانات اور نباتات سب کچھ اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس نے تمام چیزوں کے متعلق علم حاصل کیا۔ پھر دنیا کی بڑی بڑی قومیں شاگردی کے لئے آئیں۔ جس زمانے میں یورپ والے علم حاصل کرنا گناہ سمجھتے تھے اس وقت مسلمان بامِ عروج پر پہنچے ہوئے تھے۔ دور دور کے لوگوں نے قرطبہ اور غرناطہ کے مدرسوں سے علم حاصل کیا

ان میں انگریز بھی شامل تھے۔ مسلمانوں کے ذوقِ علم، ہنر اور اصولوں سے مغربی قوموں نے فائدہ حاصل کیا۔ مسلمانوں میں ترقی کا ذوق کم ہوا تو تنزل شروع ہوگیا۔ مسلمانوں نے اپنی روایات بھلا دیں، وہ یہ سمجھنے لگے کہ انسانی ترقی کا سہرا مغرب کے سر ہے۔ ان کے افعال اس قابل نہ رہے کہ وہ دنیا پر حکومت کرسکیں۔ حکومت کے ساتھ انہوں نے اپنا ذخیرۂ علم بھی غیروں کے حوالے کر دیا۔ اب مغرب کی ترقی تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ مغرب کے تمدن کو اگر ایک گھنٹہ کی مہلت دے دی جائے تو وہ اس قلیل مدت میں ساری دنیا کو ملبہ بنا کر رکھ دے۔ اخلاق کی قیود کے بغیر مغرب کی ترقی دوسروں کے حقوق پر ضربِ کاری ثابت ہوئی ہے۔ مغربی تہذیب سے نفرت کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔ اب مغرب کو اخلاق و روحانیت کا سبق صرف اسلام ہی دے سکتا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب مشرق سے لے کر مغرب تک حق کی آواز بلند ہوگی اور دنیا میں لوگوں کی اکثریت اسلامی اصولوں کی پابند ہوگی۔

کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنی خوبیوں کو اجاگر کرنا چاہیے اور اس قدر علم حاصل کرنا چاہیے کہ ہم ملک اور قوم کے لئے مفید بن جائیں اور دوسری قومیں ہمارے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کے لئے آئیں۔ لیکن ایسے خوشگوار لمحات کی امید رکھنے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم وہی دیکھتے ہیں جسے روشنی ظاہر کرتی ہے اور وہی سنتے ہیں جس کا اعلان آواز کرتی ہے تو درحقیقت نہ ہم دیکھتے ہیں نہ ہم سنتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ کو پہچانیں۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔

ہمارے پاس حق ہے لیکن ہم اس کو چھپائے بیٹھے ہیں۔ غیروں کے پاس جھوٹ ہے لیکن وہ اس کو ساری دنیا پر عیاں کرتے ہیں۔ زندگی کے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہمیں اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا۔ دنیوی تعلیم کے ساتھ ہمیں دینی تعلیم بھی حاصل کرنا پڑے گی تاکہ عوام ہماری تقلید سے صحیح فائدہ حاصل کرسکیں۔ دل میں قوتِ ایمان ہونی چاہیے۔ ایمان دل کے صحرا میں ایک سرسبز و شاداب قطعۂ زمین ہے جہاں فکر کے قافلے نہیں پہنچ سکتے۔ اسلام میں تمام مشکلات کے حل موجود ہیں۔ پھر ہم کیوں غیروں کے اصولوں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھیں۔ یکے از شاعراں میگوید

تری ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی تھا

مسلسل

المجالس السنیہ

حکایت حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی عرفات میں تھا اس کے ہاتھ میں سات کنکریاں تھیں، اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور ان کنکریوں کو گواہ بنایا۔ پھر وہ سو گیا اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور لوگوں کا حساب ہو رہا ہے۔ جب اس کی باری آئی اور اس کا حساب ہوا تو اس کے لئے دوزخ میں جانے کا حکم ہوا۔ جب اس کو دوزخ کے دروازے کے قریب لے گئے تو دیکھا کہ ان سات کنکریوں سے ایک کنکری نے اپنے آپ کو دروازے پر ڈالا ہے۔ فرشتوں نے بہت زور لگایا مگر دروازہ نہ کھلا۔ پھر اس کو دوسرے دروازے پر لے گئے وہاں بھی ایک دوسری کنکری نے دروازے کو بند کیا ہوا ہے۔ اسی طرح ساتوں دروازوں کو ان کنکریوں نے بند کیا ہوا تھا۔ فرشتے عاجز ہو کر عرش الٰہی کے نیچے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے تو نے اپنی شہادت پر کنکریوں کو گواہ بنایا تو انہوں نے تیرے حق کو ضائع نہیں کیا۔ میں تیری شہادت پر گواہ ہوں تجھے جنت میں کیوں نہ داخل کروں جا جنت میں داخل ہو۔ جب وہ جنت کے قریب گیا تو دیکھا کہ جنت کا دروازہ بند ہے۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں اس کو کس طرح کھولوں تو دیکھا کہ کلمہ شہادت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ آیا اور اس نے جنت کا دروازہ کھول دیا۔

قرطبی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی کے پاس اس کے مرنے کے وقت ملک الموت آیا۔ اس نے اس کا ایک ایک عضو دیکھا مگر کسی عضو میں اس نے نیکی کو نہ پایا۔ پھر اس نے اس کے دل کو چیرا وہ بھی نیکی سے خالی نکلا۔ پھر اس نے اس کے جبڑوں کو کھولا تو دیکھا کہ اس کی زبان کا کنارہ اس کے تالو سے چپٹا ہوا ہے اور کہہ رہی ہے لا الٰہ الا اللہ۔ ملک الموت نے کہا اے شخص تیرے لئے جنت واجب ہو گئی۔

اس میں یہ بھی ہے کہ لا الہ اِلّا اللہ پڑھنے والوں یعنی اہل اسلام کو نہ قبر میں وحشت ہوگی اور نہ اس سے باہر آنے کے وقت۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گویا میں لا الہ اِلّا اللہ پڑھنے والوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی قبروں سے اٹھ رہے ہیں اور اپنے سروں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے ہمیں غم سے نجات دی۔

لا الہ اِلّا اللہ کے فضائل میں احادیث اور آثار بہت وارد ہیں اور جتنا ہم نے بیان کیا اس میں کفایت ہے۔ ہم اپنی اس مجلس کو اس چیز پر ختم کرتے ہیں جس کو بیہقی نے ابوبکر بن عبد اللہ مزنی سے روایت کیا کہ کسی زمانہ میں ایک سرکش بادشاہ تھا۔ اس کی قوم اس کے خلاف ہوگئی اور اس کے ساتھ لڑائی کی۔ یہاں تک کہ وہ زندہ پکڑا لیا گیا۔ قوم نے صلاح کی کہ اس نابکار کو کس طرح قتل کیا جائے۔ آخر یہ بات طے پائی کہ اس کو تانبے کی ایک دیگ میں ڈالا جائے اور اس کا منہ اوپر سے بند کیا جائے۔ پھر اس کو چولہے پر چڑھا کر اس کے نیچے آگ جلائی جائے یہاں تک کہ یہ اس کے اندر ہی ہلاک ہو جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بادشاہ نے اپنے معبودوں کو جن کی وہ عبادت کرتا تھا جاری باری پکارنا شروع کیا کہ اس کی مدد کریں اور اس عذاب سے اس کو خلاصی دلائیں۔ مگر کوئی بت اس کی مدد کے لئے نہ آیا۔ آخر سب کی طرف سے مایوس ہوکر اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا لا الہ اِلّا اللہ اور خوب زاری کی اور اللہ کو یاد کرنا شروع کیا اور کفر سے توبہ کی اور سچے دل سے مسلمان ہوا۔

اللہ نے اس کی فریاد سنی اور اس کی توبہ قبول کی اور اس قدر مینہ برسایا کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ پھر اس دیگ کو اٹھانے کے لئے اللہ نے ہوا بھیجی اس نے اس کو اٹھایا اور کچھ وقت لوگوں کے سامنے اس کو زمین و آسمان کے مابین چکر دیا اور پھر اس کو ایسی قوم میں جا پھینکا جو رب تعالیٰ کے منکر اور بتوں کو پوجتے تھے۔ وہ دیگ کے پاس جمع ہوئے اور اس کو کھولا دیکھا کہ اس میں ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے اپنا سارا قصہ بیان کیا اور وہ لوگ جو وہاں جمع تھے تمام مسلمان ہوگئے۔

نانویں مجلس نانویں حدیث

عن ابی ھریرۃ عبدالرحمٰن بن صخرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سَمِعْتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ما نہیتکم عنہ فاجتنبوہ وما امرتکم بہ فافعلوا منہ ما اسْتَطَعْتُمْ فانما ھَلَکَ الذین

من قبلکم کثرۃ مسائلہم واختلافہم علی انبیائہم (رواہ البخاری)

جانو! اے میرے بھائی اللہ مجھ کو اور تم کو اپنی طاعت کی توفیق دے۔ یہ حدیث، حدیث عظیم ہے۔ اس کو بخاری نے اور ایسے ہی مسلم نے روایت کیا۔ مگر مسلم نے یہ حدیث بخاری کی حدیث سے کچھ لمبی بیان کی ہے۔ اس کے اول میں ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خطاب کیا کہ اے لوگو تمہارے اوپر حج فرض کیا گیا ہے۔ پس تم حج کرو ایک آدمی نے کہا ہر سال یا رسول اللہ۔ آپ چپ رہے۔ یہاں تک کہ اس نے یہ بات تین بار دہرائی۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر میں ہاں کہہ دیتا تو البتہ واجب ہوتا تمہارے اوپر ہر سال اور تم طاقت نہ رکھتے۔ پھر آپ نے فرمایا چھوڑو تم مجھ کو اس چیز پر جس پر میں تم کو چھوڑوں۔ پس سوا اس کے نہیں ہلاک کیا گیا ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے اور ان کے سوالوں کی زیادتی نے اور ان کے اپنے نبیوں کے ساتھ اختلاف کرنے نے۔

حدیث کے بعض الفاظ کی تشریح ما نہیتکم یعنی جس چیز سے میں نے تم کو منع کیا۔ فاجتنبوہ۔ ایک روایت میں اس کی جائے فدعوہ ہے یعنی اس کے کل سے اجتناب کرو۔ یا اس کے کل کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ حکم کی بجا آوری اسی میں ہے کہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے کل سے ترک کی جائے۔ وما امرتکم بہ یعنی جس چیز کا میں نے تم کو ایجاباً اور ندباً حکم دیا ہے فافعلوا۔ پس تم اس کو کرو۔ ایک روایت میں فاتوا آیا ہے مطلب دونوں کا ایک ہے۔ ما استطعتم یعنی وہ چیز جن کی تم کو طاقت ہے اس لئے کہ استطاعت اور اطاقت کا ایک ہی معنی ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم دیئے گئے ہیں اور اس کی بنیاد عظیم ہے دین کی بنیادوں سے۔ اس حدیث کو بہت سے احکام میں دخل ہے مانند نماز کے اس کی انواع کے ساتھ۔ اس لئے کہ جب کوئی عاجز ہو اس کے بعض ارکان یا بعض شرائط سے یا عاجز ہو اعضاء وضو سے کسی عضو کے دھونے سے یا پایا اس نے اتنا پانی جو بعض کو دھونے کے لئے کافی ہے یا اتنا پانی جو صرف نجاست کو دھونے کے لئے کافی ہے یا اس پر منکرات کا ازالہ یا ایک جماعت کا صدقہ فطر واجب ہوا اور اس کو اس کے بعض کے کرنے کی قدرت ہوئی یا اس کو اتنا کپڑا ملا جس سے اس نے اپنی عورت کے بعض کو ڈھانپا یا اس کو سورہ فاتحہ کا کچھ حصہ یاد ہوا اور اس نے اتنا ہی نماز میں پڑھا تو وہ شخص ان تمام صورتوں میں وہ چیز بجا لایا جس کی اس کو طاقت ہوئی (باقی باقی)

سلسلہ وعظ و تذکیر

الموعظۃ الحسنۃ

علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور کتاب نزہتہ المجالس سے ترجمہ کرکے یہ مضمون لکھا گیا ہے۔

حفظ امانت اور ترک خیانت

اور عورتوں اور ان کے شوہروں اور طلاق کی مذمت اور لواطت کی قباحت اور زراعت کی فضیلت کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ——— نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا۔ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کے حوالہ کرو۔ اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے واوفوا بعھد اللّٰہ اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو۔

حکایت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رویا میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا کہ وہ فلاں جگہ آپ کے پاس آئے گا۔ آپ نے بھی اس سے اس جگہ پر اس کا انتظار کرنے کا وعدہ فرمایا۔ جب وہ شخص اپنے گھر میں آیا اور اپنے کاروبار اور مشاغل دنیوی میں مصروف ہوا تو وہ بھول گیا کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فلاں مقام میں ملنے کا وعدہ کیا ہے یہاں تک کہ جب ایک دن اور رات گزر گئی تو اچانک اس کو اپنا وعدہ یاد آیا۔ وہ دوڑتا ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ آپ ایک دن رات سے اسی جگہ اس کا انتظار فرما رہے ہیں۔ وہ رویا اور معذرت کی کہ حضور مجھ سے بھول ہوگئی ہے خدارا معاف فرمائیں۔ آپ نے صرف اتنا ہی فرمایا اور وہ بھی محبت سے۔ اے جوان تو نے مجھے تکلیف دی خدا تجھے معاف کرے۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حق میں فرمایا۔ انہٗ کان صادق الوعد۔ بے شک وہ سچے وعدے والا ہے۔ اک

آیۃ کی تفسیر میں ایک یہ قصہ نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کہا تھا کہ آپ اس جگہ میرا انتظار فرمائیں یہاں تک کہ میں آپ کے پاس آؤں۔ وہ شخص چلا گیا اور بھول گیا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا پھر یاد آیا اور وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آپ وہیں تشریف فرما ہیں اور اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ میں نے اسی طرح کی ایک حکایت حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی سنی ہے کہ ایک بار حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو کہا کہ آپ میرے آنے تک یہیں رہیں۔ آپ نے وہاں ایک سال گزار دیا۔ ایک سال کے بعد جب خضر علیہ السلام وہاں آئے آپ حسب وعدہ وہیں تشریف فرما تھے۔

سوال:۔ تمام انبیا و رسل صادق الوعد ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خصوصیت کے ساتھ صادق الوعد کے ساتھ کیوں تعریف فرمائی گئی۔

جواب:۔ اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے وعدے کا ایفا ایک بار نہیں بلکہ کئی بار وقوع میں آیا۔ اور اس لئے کہ آپ ابراہیم کے فرزند ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے وابراھیم الذی وفی فرمایا یعنی ابراہیم وہ ہے جس نے وفا کی۔

حکایت روض الافکار میں اس کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مطہرہ کی زیارت کے لئے اپنے شہر سے نکلا۔ رخصت ہوتے وقت چند بزرگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس کو سلام عرض کرنے کے لئے کہا۔ اس نے وعدہ کیا کہ میں تمہارا سلام صدیق اکبر کی خدمت میں ضرور پہنچاؤں گا جب مدینہ منورہ میں آیا تو اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بھول گیا۔
زیارت روضۂ اطہر سے فراغت پا کر جب وہ اپنے گھر کو لوٹا اور بہت سی مسافت طے کر کے مدینہ منورہ سے دور آ گیا تو اچانک اس کو یاد آیا کہ اس نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ وہ پھر مدینہ کی طرف لوٹا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان لوگوں کا سلام آپ کو پہنچایا۔ اتنے میں جو قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوا وہ بہت دور نکل گیا اور یہ تنہا رہ گیا۔ مایوس ہو کر حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضۂ مطہرہ کے قریب آ کر سو گیا خواب میں اس نے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر صدیق کو کہا وعدہ پورا کرنے والا یہی شخص ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے اس کو ہاتھ سے پکڑا اور اوپر اٹھایا۔ اس کے بعد وہ بیدار ہوا تو اس نے اپنے

آپ کو مکہ مکرمہ میں پایا۔ اس کے بعد وہ آٹھ روز مکہ میں رہا اور پھر اپنے شہر گیا۔

فائدہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ سورۃ براۃ میں تفسیر العلائی میں میں نے پڑھا کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے فرمایا کہ ہم ایک جماعت کی صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آپ نے منافقوں کی تین خصلتیں بیان فرمائی ہیں (۱) جب وہ کلام کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۲) وعدہ کرتا ہے تو اس کا خلاف کرتا ہے (۳) اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔ یا رسول اللہ ان خصلتوں میں سے تو ہم میں سے کوئی بری نہیں اگر سب نہیں تو کوئی ایک خصلت ہم میں ضرور ہے اگر خدا کے فضل وکرم سے کوئی ان سے محفوظ ہے تو وہ بہت تھوڑے ہیں ورنہ ہمارے اکثر ان میں گرفتار ہیں۔ آپ نے فرمایا تم مت گھبراؤ۔ ان کے جھوٹ سے مراد وہ جھوٹ ہے جو قرآن پاک کی آیۃ اذا جاءک المنافقون میں ہے۔ کیا جس جھوٹ کا اللہ نے اس آیۃ میں ذکر کیا ہے وہ تم میں ہے ہم نے عرض کی ہرگز نہیں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا تم اس سے بھی پاک ہو۔ اور ان کے وعدہ کا خلاف کرنے سے مراد وہ وعدہ ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے اس آیۃ عاھد اللہ لئن آتانا من فضلہ آخر تین آیات میں فرمایا بتاؤ تم میں اس وعدہ کا خلاف ہے۔ عرض کی ہرگز نہیں آپ نے فرمایا تم منافقوں کی اس خصلت سے بھی بری ہو۔

آپ نے فرمایا امانت میں خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس آیت انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوات والارض والجبال میں کیا۔ بتاؤ تم نے اس میں خیانت کی۔ ہم نے عرض کیا ہرگز نہیں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا تم منافقوں کی اس خصلت سے بھی پاک ہو۔ پھر آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا دین پر عمل کرنے کے بارے میں خیانت بڑی خیانت ہے۔ ایمان دار جلوت وخلوت میں ظاہر و باطن میں دین کے مسائل پر عمل کرتا ہے اور منافق جو کام کرتا ہے وہ دکھاوے کے لئے کرتا ہے۔ جب تنہا ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا۔ مثلاً ایمان دار غسل جنابت کرتا ہے جس کا اسی کو علم ہے یہ نہیں کہ وہ اس کو چھوڑ دے کہ لوگوں کو کیا خبر کہ جنبی ہے خلاف منافقوں کے وہ اس میں خیانت کرتے ہیں اگر ان کی جنابت کی خبر لوگوں کو ہو تو ان کو دکھانے کے واسطے غسل کرتے ہیں۔ اگر لوگوں کو علم نہ ہو تو نہیں کرتے۔

حکایت۔ منقول ہے کہ جن دنوں حضرت

یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں مقید تھے۔ انہوں نے منت مانی اگر خدا مجھ کو رہائی دے تو میں شہر کے لوگوں کو ایک مہینہ بھر کھانا کھلاؤں گا۔ جب قید سے رہا ہوئے تو بھول گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے ان کو یاد دلایا۔ اسی وقت حکم دیا کہ کھانا رات دن پکتا رہے اور شہر والے لوگ اور فقراء و مساکین اور مسافر سب ہی ایک مہینہ تک ہمارے اس لنگر سے کھانا کھائیں۔ جب ایک مہینہ گزر گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یوسف کو کہا کہ اگرچہ تو نے ایک مہینہ لوگوں کو کھانا کھلایا ہے مگر تیری منت پوری نہیں ہوئی اس لئے کہ فلاں مقام میں ایک ضعیفہ بڑھیا ہے آنکھوں سے نابینی ہے وہ تیرے لنگر میں کھانا تناول کرنے کے لئے نہیں آئی۔ جب تک وہ کھانا نہیں کھائے گی تیری منت پوری نہیں ہوگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک قاصد اس کی طرف بھیجا کہ وہ آکر کھانا کھائے بڑھیا نے کہا تیرے کہنے سے نہیں جب تک یوسف خود یہاں نہیں آئے گا میں نہیں جاؤں گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام خود اس کے پاس تشریف لائے اور خطاب کیا اے بڑھیا تو ہمارے لنگر میں کھانا کھانے کے لئے کیوں نہیں آئی۔ بڑھیا نے کہا یوسف افسوس ہے کبھی تو اسے میری آقا کہہ کر پکارا کرتا تھا اور آج تو اے بڑھیا کہہ کر مجھے پکار رہا ہے۔ ہائے افسوس کتنی جلدی زمانہ بدل گیا ہے۔ اے یوسف ایک عرصہ ہم نے تجھے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا اور تیرے اوپر ہم نے بہت احسان کئے اور قیمتی جواہرات اور موتی ہم نے تیرے قدموں پر نچھاور کئے۔ یوسف نے کہا اے بڑھیا اس طرح بیباکانہ کلام کرنے پر تیرے اندر جرأت کس طرح پیدا ہوئی۔ تو بتا تیری حقیقت کیا ہے۔ زلیخا نے رو کر کہا میں زلیخا ہوں جس کو تو آج بھول گیا ہے۔ یوسف علیہ السلام یہ جان کر کہ یہ زلیخا ہے بہت روئے اور اس کو ایک قیمتی کپڑوں کا جوڑا عطا فرمایا۔ زلیخا نے کہا میں نے اس سے بھی قیمتی کپڑے زیب تن کئے ہیں۔ مجھے ان کپڑوں کی ضرورت نہیں میری خواہش تو یہ ہے کہ میری آنکھیں روشن ہوں میں تیری صورت کو دیکھوں اور مجھے جوانی ملے اور میں تیرے نکاح میں آؤں۔ ابھی اس کی یہ بات منہ سے نکلی ہی تھی کہ آنکھیں روشن ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے زلیخا کو دوبارہ جوانی اور پہلے سے بھی زیادہ حسن جمال عطا فرمایا اور یوسف علیہ السلام نے بحکم خداوندی زلیخا کو اپنی بیوی بنانے کا شرف عطا کیا۔

حکایت زلیخا ایک بادشاہ کی بیٹی تھی اس کے شہر اور مصر کے مابین ایک مہینہ کی مسافت تھی۔ زلیخا جوان ہوئی اللہ تعالےٰ نے اس کو حسن و جمال بھی بہت عطا کیا ہوا تھا۔ اس کو ایک خواب آیا جس میں اس نے ایک نہایت خوبصورت شخص کو دیکھا کہ دنیا

میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جب وہ بیدار ہوئی تو بہت پریشان تھی۔ ہر وقت روتی رہتی۔ صحت اس کی خراب ہوگئی۔ چہرے کا رنگ زرد ہوگیا۔ سہیلیوں سے کھیلنا اور کھانا پینا اس کو بھول گیا تھا۔ ماں باپ کو بہت فکر ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ تیری یہ حالت کیوں ہے۔ اس نے کہا میں نے خواب میں ایک خوبصورت حسین جمیل جوان کو دیکھا ہے۔ جب تک میں اس کو نہ پاؤں میں روتی رہوں گی اور میری حالت اچھی نہیں ہو سکے گی۔ باپ نے کہا بیٹی! اگر اس کا نام اور پتہ معلوم ہو تو میں اس کو تیرے لئے حاصل کردوں۔ مگر کیا کروں تو نہیں جانتی کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ اس کے ایک سال بعد زلیخا کو پھر خواب آیا اور اسی صورت کو دیکھا اور اس سے پوچھا تجھ کو اس ذات کی قسم ہے جس نے تجھ کو ایسی حسین صورت عطا کی ہے۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا غم نہ کھا میں تیرا ہوں اور تو میری ہے میرے سوا ہرگز کسی کو نہ چاہنا۔ اس کے بعد جب وہ بیدار ہوئی تو وہ پہلے سے بھی زیادہ وارفتہ ہوگئی ہوش و خرد نے جواب دے دیا۔ دیوانوں کی طرح ہنسی اور باتیں کرتی تھی۔ باپ نے اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر اس کو ایک مقام میں مقید کردیا ایک سال جب اسی طرح گذر گیا تو تیسری بار اس کو پھر خواب میں دیکھا تو نہایت الحاح اور عجز و نیاز اور گریہ و زاری کرتے ہوئے پوچھا۔ تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے حسینوں کا بادشاہ بنایا تھا تو کہاں رہتا ہے۔ اس نے کہا میں ملک مصر کا بادشاہ ہوں۔ اس خواب سے زلیخا بیدار ہوئی تو فرحاں و شاداں تھی۔ ہوش و حواس بجا تھے باپ کو بڑی خوشی ہوئی۔ زلیخا نے باپ کو کہا وہ شخص جس کو میں نے خواب میں بار بار دیکھا اور جو میری عقل اور ہوش و خرد کو لوٹ کر لے گیا ہے۔ وہ ملک مصر کا بادشاہ ہے۔ زلیخا کے باپ نے ملک مصر کے بادشاہ کو لکھا کہ میری ایک لڑکی ہے۔ دنیا بھر کے بادشاہوں نے اس کو شادی کے پیغام بھیجے ہیں مگر اس نے کسی کو پسند نہیں کیا۔ وہ تجھے چاہتی ہے۔ ملک مصر کے بادشاہ نے منظور کیا باپ نے زلیخا کو ایک ہزار لونڈی۔ ایک ہزار غلام اور ایک ہزار اونٹ۔ ایک ہزار خچریں اور سیم و زر اور دیگر قیمتی اشیا جہیز کے ساتھ دے کر مصر کی طرف روانہ کیا زلیخا جب مصر پہنچی تو اس زمانہ کے قاعدے کے مطابق بادشاہ مصر کے ساتھ عقد نکاح ہوا۔ جب رات کو بادشاہ مصر زلیخا کے قریب آیا تو زلیخا نے دیکھا کہ یہ وہ نہیں ہے سخت پریشان ہوئی اور روئی۔ اپنی خادمہ کو جو گھر سے ساتھ آئی ہوئی تھی بتایا یہ وہ نہیں ہے۔ خادمہ نے کہا اب صبر کرنا ہی بہتر ہے جو ہونا تھا ہوگیا اس میں کوئی راز ہوگا۔ بعض اقوال اور روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے زلیخا کی عصمت اور اس کی دوشیزگی کو حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے اس طرح محفوظ کیا کہ بادشاہ جب مجامعت کے لئے آتا تو زلیخا کی صورت پر وہ ایک جنی عورت کو

بھیجدیا تھا جس طرح حضرت آسیہ علیہا السلام کو فرعون سے بچایا کہ آسیہ عالم آخرت میں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات میں ہوں گی۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام بھی آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج میں ہوں گی۔ قرآن پاک میں اس بات کی طرف اس آیۃ ثیبات وابکاراً میں اشارہ فرمایا ہے۔ ثیبات سے مراد آسیہ اور ابکار سے مراد حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔

سوال:۔ حضرت آسیہ علیہا السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون سے محفوظ رکھا تو پھر ان پر ثیبات کا لفظ کس طرح صادق آسکتا ہے۔ پھر وہ بھی مریم کی طرح ابکاراً میں داخل ہیں۔

جواب:۔ ثیبہ نہ صرف اس عورت کو کہتے ہیں جس کا نکاح نہ ہوا ہو بلکہ یہ لفظ زبان عربی میں اس عورت پر بھی بولا گیا ہے جو شادی شدہ ہے مگر اس کے خاوند نے اس سے کسی وجہ سے مقاربت و مجامعت نہیں کی۔ ہر شادی شدہ عورت پر خواہ موطوءۃ ہو یا غیر موطوءۃ ثیبہ کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ اگر منکوحہ غیر موطوءۃ کا خاوند فوت ہوجائے تو موطوءۃ کی طرح اس پر بھی عدت واجب ہے۔

(باقی باقی)

قسط اوّل

سماع وغنا اور آلاتِ لہو و لعب

(مولانا حافظ نواب الدین صاحب نقشبندی جماعتی، علی پوری)

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولٰنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔ امابعد قال اللہ تبارک وتعالیٰ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزواً اولئک لھم عذاب مھین۔ پ ۲۱ س لقمان۔

ترجمہ:۔ اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکائیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

معلوم ہوا کہ باجے۔ تاش۔ شراب۔ تمام کھیل کود کے آلات بیچنا بھی منع ہیں اور خریدنا بھی ناجائز کیونکہ

آیت کریمہ ان کے خریداروں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح ناجائز ناول۔ گندے رسالے۔ سینما کے ٹکٹ تماشے وغیرہ کے اسباب تمام کی خرید وفروخت ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں لہو الحدیث میں شامل ہیں۔ آیت مقدسہ مسطورہ بالا نضر ابن حارث ابن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی جو تجارتی سفر میں باہر جاتا اور وہاں سے عجمیوں کے ناول۔ قصے۔ کہانیاں خرید لاتا اور مکہ معظمہ والوں سے کہتا کہ محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تو تمہیں عاد و ثمود کی کہانیاں سناتا ہے۔ اور میں تمہیں رستم اور اسفندیار اور شاہان عجم کی کہانیاں سناتا ہوں۔ جلالین کے حاشیہ میں ہے قال الکلبی و مقاتل کہ یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی اور مدارک میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم قسم کھا کر کہتے تھے کہ لہو الحدیث سے مراد غنا یعنی گانا ہے اور آیتہ مذکورہ گانا اور راگ اور اس کے سماع کی حرمت و مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ خطیب نے کہا حسن اور اس کے غیر سے روایت ہے کہ لہو الحدیث کے معنی یہ ہیں کہ وہ قرآن کے بدلے غنا اور مزامیر اور معازف کو پسند کرتا ہے۔ مزامیر بروزن مفاعیل منتہی الجموع بفتح میم اول۔ نے کہ آزا نے نوازند جمع مزمار بالکسر کہ بمعنی نائے است (منتخب) اور عرف جمیع ساز مطربان راگوئید۔ یعنی مزامیر گانے والوں اور میراثیوں۔ ڈوموں کے ساز مثل رباب، سارنگی، طبلہ بانسری وغیرہ سے ہیں (غیاث اللغات صفحہ ۴۳۷) صراح صفحہ ۳۵۴ میں ہے معازف بروزن مفاعل جمع معزف آلات بائے لہو۔ معازف جو مفاعل کے وزن پر ہے معزف کی جمع ہے۔ کھیل کود کے آلات اور سامان کا نام ہے ابو صہبا نے کہا: سالت ابن مسعود عن هذه الآية فقال هو الغنا و الله الذی لا اله الا هو یردد ها ثلاث مرات۔ میں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت مذکورہ کی بابت پوچھا۔ آپ نے تین بار قسم کھا کر فرمایا اس آیت میں غنا۔ سماع۔ راگ غیر مشروع کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ ردالمحتار المعروف بہ شامی میں ہے لہو الحدیث سے مراد غنا، سماع۔ راگ۔ گانا غیر مشروع ہے جس میں فواحشات لغویات۔ فضول قصے۔ ناول اور زن و مرد اور امارد و بے ریش ترکوں سے معاشقہ کا ذکر ہو خواہ وہ عورتوں سے سنے جائیں یا بے ریش لڑکوں سے سنے جائیں۔ خواہ بالغ مردوں سے سنے جائیں۔ مزامیر و معازف کے ساتھ یا اس کے بغیر۔ اس لئے کہ فواحش و لغویات اور فضول قصے کہانیاں شہوت نفس کو ہیجان میں لانے والے اشعار ہر حال میں ممنوع اور حرام ہیں۔ ان کی حرمت کے لئے سازوں کا ہونا شرط نہیں ہے۔

تفسیر عینی اور اس کے علاوہ دیگر متعدد تفاسیر میں ہے کہ نضر ابن حارث بغرض تجارت بجانب

فارس گیا ہوا تھا۔ وہاں سے رستم اور اسفندیار کے قصّے اور کہانیاں خرید کر لایا اور قریش کی مجلس میں ان کو پڑھ کر سناتا تاکہ وہ اس کے گرویدہ ہوں۔ اور لاف زنی کرتے ہوئے کہتا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عاد و ثمود اور سلیمان کے قصّے پڑھ کر سناتا ہے تو میں بھی تم کو رستم اور اسفندیار کے قصّے پڑھ کر سناتا ہوں اگر وہ مملکت سلیمان کی عظمت کا ذکر کرتا ہے تو میں تمہیں ملوک عجم کی مملکت اور اس کی وسعت و فراخی کی خبر دیتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

اور بعض نے کہا کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے گانے والی لونڈیاں خریدی تھیں اور لوگوں کو ان سے گانا سننے کی ترغیب دیتے تھے۔ تاکہ وہ اس طرف معروف ہو کر حق سننے سے غافل ہو جائیں

جامع الفتاویٰ میں ہے ملاہی کا سننا اور اس کے لئے بیٹھنا اور مزامیر بجانا اور ناچنا یہ سب چیزیں حرام ہیں اور ان کا حلال جاننے والا کافر ہے (انتہیٰ) عمادیہ میں نافع سے منقول ہے۔ جاننا چاہئیے کہ گانا تمام ادیان میں حرام ہے اور اس کا سننا غیر مشروع ہے۔ نہایۃ شرح ہدایہ میں ہے گانا اور طنبور اور بربط اور دفوں اور جرس کے مشابہ ہے حرام اور معصیت ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کے اس قول من الناس من یشتری لھو الحدیث سے ثابت ہے۔ فتاویٰ قنار خانیہ میں تتمیہ سے منقول ہے کہ حلوائی سے ان صوفیوں کی بابت پوچھا گیا جو ایک خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور لہو و لعب اور رقص میں مشغول ہوتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا ایک مقام ہے۔ حلوائی نے کہا انہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور حلوائی سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر یہ لوگ صراط مستقیم سے کج روی اختیار کریں تو کیا ان کو شہر بدر نہ کیا جائے؟ تاکہ لوگ ان کے فتنے سے بچ جائیں حلوائی نے کہا جو چیز بھی تکلیف اور فتنہ و فساد کا موجب ہو اس کا انسداد کرنا بہتر ہے۔ تاکہ لوگ ان کے پیروکار ہو کر چاہ ضلالت میں نہ گریں۔ طیب اور خبیث میں فرق کرنا بہتر بلکہ واجب ہے۔ یہ سب روایات حضرت شیخ محمد فرخ سرہندی کے رسالہ سے ماخوذ ہیں جو اپنے زمانہ میں بڑے عالم و فاضل اور متقی ہوئے ہیں۔ شیخ موصوف نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر یعنی غنا کی حرمت پر ستر فقہا کا اجماع و اتفاق ہے اور ان کے اسمائے گرامی بھی لکھے ہیں جو یہاں بخوف طوالت درج نہیں کئے گئے۔

اختیار الفتاویٰ میں ہے۔ مکروہ ہے قرآن مجید کی قرأت اور تلاوت میں ترجیع اور اس کا سننا کیونکہ ترجیع میں فاسقوں کے فعل سے مشابہت پائی جاتی ہے جو وہ بحالت فسق گانے میں کرتے ہیں۔ ترجیع کے معنی بعض الفاظ کو اونچی آواز سے اور بعض کو پست آواز سے پڑھنا جس طرح گانے والے کبھی سُر کو اونچا اور لمبا لے جاتے ہیں اور کبھی پست کرتے ہیں۔ (باقی باقی)

درد کاکوروی

خدایا تو ہمیں غازی بنادے یا شہادت دے

لڑیں کفار سے ہم ایسی یارب استقامت دے
خدایا تو ہمیں غازی بنادے یا شہادت دے

الٰہی واسطہ حمزہ کا۔ ایسی ہم کو ہمت دے
شکستِ فاش ہو بھارت کو یارب ایسی طاقت دے

مرے مولا رسولِ پاک کی اولاد کا صدقہ
مسلمانانِ پاکستان کو تو فتح و نصرت دے

وسیلہ حضرت صدیق فاروق اور عثماں کا
علی کا واسطہ ہم کو علی جیسی شجاعت دے

کہیں جب یا علی، تو بھاگ جائے فوج دشمن کی
ہمارے نعرۂ اللہ اکبر میں وہ قوت دے

اثر ایسا نمایاں ہو ہماری ضرب کاری کا
کہ بھارت منہ کی کھائے اس قدر تو اسکو ذلت دے

طفیلِ شبر و شبیر ہم کو کامیابی ہو
مسلمانوں کے دل میں جذبۂ خدمات ملت دے

جنابِ غوث کا میں دے رہا ہوں واسطہ یارب
شریعت کی محبت دے شریعت کی حکومت دے

مٹا دیں نام ہم کفار کا دنیائے باطل سے
طفیلِ خواجہ اجمیر یارب ایسی طاقت دے

ہمارا ہر مجاہد بن کے سیف اللہ میداں میں
دکھائے خوب جوہر فوجِ دشمن کو ہزیمت دے

ہے عرضِ دردِ دل مولا۔ رہیں سب متحد ہو کر
مسلمانانِ پاکستان میں ایسی محبت دے

جناب نور احمد صاحب فریدی

بادشاہ کی دوستی

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کی دلچسپ ملاقاتوں کا حال جناب عبداللطیف صاحب گوالمنڈی نے بھیجا جسے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

امیٹھی کا مکتب قال اللہ و قال الرسول کی بابرکت صداؤں سے گونج رہا تھا۔ بڑے بڑے باکرامت چہرے ملا احمد جیون کے آگے زانوئے تلمذ تہ کئے نور الانوار اور فتوحات مکیہ سے دلوں کو گرما رہے تھے۔ اسی عالم میں ایک شتر سوار سرعت سے زمین کی طنابیں لپیٹتا گرد اڑاتا دکھائی دیا۔ سب کی نگاہیں ادھر کو اٹھ گئیں۔ تھوڑی دیر میں گرد بیٹھی اور اس میں سے ایک ادھیڑ عمر کا نوجوان اونٹ پر نظر آیا۔ سواری کا جانور پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا۔ اور سوار کی حالت اس سے زیادہ ناگفتہ بہ تھی۔ سوار نے قریب آکر اونٹ کو روکا۔ جس پر مدرسہ کے ایک شاگرد نے لپک کر اونٹ کی مہار تھام لی۔ سوار نے اتر کر کپڑے جھاڑے

اور چہرے سے ڈھاٹا کھول کر ملا احمد جیون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے نووارد کو خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہہ کر پاس بٹھایا اور خبر پوچھی۔ یہ ہندوستان کے اس مطلق العنان تاجدار کا منشور لیکر آیا تھا جس کے رعب سے اس برصغیر کا ذرہ ذرہ کانپ رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس کا فرمان شہزادوں کے پاس پہنچتا تو وہ بھی خوف سے لرز اٹھتے۔ ملا صاحب نے منشور مبارک پڑھنا شروع کیا۔

دار السلطنت شاہجہان آباد۔ دہلی

۲۰ رجب المرجب ۱۰۷۰ھ

استاذی المکرم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ امید ہے کہ آں مخدوم والا تبار کے علم میں آچکا ہوگا۔ کہ قضا و قدر نے اس بندۂ ضعیف کے کندھوں پر برصغیر ہندوستان کی

خلافت کا گراں بار ڈال دیا ہے۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

ظاہر ہے کہ عین ذمہ داری کی مشغولیت کے تصور سے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جیسے مستقل خلیفۂ رسول بھی لرزتے تھے۔ جس کے احساس نے عمر بن عبدالعزیز کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ یہ بندۂ ضعیف اس کے فرائض سے کیونکر عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ جناب کی تربیت صالحہ سے جو سوجھ بوجھ پیدا ہوئی تھی اس کی روشنی میں حقوق اللہ و حقوق العباد بجا لانے کا ایک لائحۂ عمل مرتب کر رکھا ہے۔ کتاب و سنّت پر نظر ہے باایں ہمہ طبیعت کو تسکین نہیں ہوتی۔ جی چاہتا ہے کہ آں مخدوم محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر طمانیتِ قلب اور اس عظیم ذمہ داری کو باحسن وجوہ نباہنے کے لئے توفیق کاملہ کی دعا چاہوں۔ مگر سلطنت کے کاروبار ایک لحظہ بھی دم نہیں لینے دیتے۔ اونچی سواری کا خاص اونٹ روانہ ہے۔ براہ کرم نوازی دہلی تشریف لا کر اپنے شاگرد عزیز کو شرفِ نیاز سے مشرف فرمائیں۔ والسلام

"محمد اورنگ زیب"

ملا جیون خط پڑھ کر کچھ دیر فکر مند رہے اور پھر خود بخود یوں گویا ہوئے۔

"کاش اورنگ زیب کو معلوم ہوتا کہ اس کا استاد بھی اس سے کچھ کم مصروف نہیں۔ وہ دنیاداری کی دلدل میں پھنسا ہے تو احمد جیون کا شراہت کی گراں باریوں نے احاطہ کر رکھا ہے۔ ہزاروں سعید روحیں علم دین کے اکتساب کے لئے مور و ملخ کی طرح فیض کے اس چشمہ پر جمع ہیں۔ انہیں کس کے سہارے چھوڑوں۔ کل ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسند کو سنبھالنا ہے۔ اگر ان کی تربیت میں کچھ نقص رہ گیا تو میں قیامت کے دن حضور (روحی فداہ) کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ ہاں البتہ رمضان شریف میں دہلی جا سکتا ہوں۔ ان ایام میں میرا مکتب بند ہوگا۔ اس لئے وارثانِ نبوّت کی تعلیم میں کسی قسم کا حرج واقعہ نہ ہوگا۔"

مہمان مہمان خانے میں کھانا تناول کر رہے تھے اور ملا احمد جیون اس قسم کے خیالات میں محو تھے۔ دفعتہً آپ کا ذہن طلباء کی طرف منتقل ہوا۔ جھرجھری لیتے ہوئے فرمایا۔ اوہو! وقت بیکار جا رہا ہے سبق ناغہ ہو جائیں گے۔ فوراً قلم ہاتھ میں لے دبیز کاغذ پر اس طرح سے جواب دیا:۔

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

دارالعلوم امیٹھی ۔ ۶ رجب المرجب ۱۰۷۰ھ

فرزندِ دلبند اورنگ زیب

وعلیکم السلام۔ تمہاری پریشانی بجا ہے۔ رعایا کی آسودگی میں دن رات کوشاں رہو۔ اور اس احساس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ کیونکہ اسی میں تمہاری فلاح ہے۔ میں رات دن آن فرزندِ عزیز کے لئے دست بدعا

رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان عظیم ذمہ داریوں سے اس عزیز کو عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ تم جانتے ہو کہ یہاں پر ہزاروں تشنگانِ دینِ الٰہی اصحابِ صفہ کی طرح اس نیازمند سے رشتہ جوڑے پڑے ہیں۔ ان پر علم دین کا دروازہ کیونکر بند کروں۔ رمضان میں باوجود روزوں کی تکلیف کے آں عزیز کو ملنے کے لئے سفر کروں گا۔ سواری کے لئے جو اونٹ بھیجا ہے وہ واپس ہے۔ تعجب ہے کہ اپنے استاد کے مزاج شناس ہونے کے باوجود آپ نے ایسی غلطی کیوں کی میں اپنی سواری پر اپنی مرضی سے آؤں گا۔ والسلام

ملا احمد جیون

دن گزرتے گئے

ایک دن محی الملت اورنگ زیب عالمگیر عصر کی نماز پڑھنے کے لئے جو جامع مسجد میں تشریف لے گئے تو کیا دیکھا کہ ملا احمد جیون حوض پر بیٹھے وضو کر رہے ہیں مسجد نمازیوں سے کچھا کچھ بھری ہوئی تھی۔ بادشاہ صفوں کو چیرتا ہوا استاد کی خدمت میں پہنچا اور انتہائی عقیدت سے قدموں پر جھک گیا۔ شہنشاہیت کو فقر کے آگے سرنگوں دیکھ کر لوگوں کی آنکھوں سے بے اختیار خوشی کے آنسو ٹپک پڑے۔ نماز سے فارغ ہو کر ملا احمد جیون شہنشاہ کے ساتھ ہاتھی کی عماری پر سوار ہو کر قلعہ معلیٰ میں تشریف لے گئے۔ مغرب تک دیوانِ خاص میں پُر لطف مذاکرہ جاری رہا۔ افطاری سے ذرا پہلے بادشاہ نے پوچھا حضور کھانا غلام کے ساتھ کھائیں گے یا لنگر شاہی کو سرفراز فرمائیں گے؟ فرمایا تمہارے ساتھ ہی کھانے کی تڑپ ہے۔ شام کو دو شخصیتیں ایک ہی دسترخوان پر جلوہ افروز تھیں۔ خاصہ طلب ہوا۔ خادم نے مٹی کے ظروف میں دال اور چپاتیاں کھانے کو پیش کیں۔ ملا احمد جیون کھانا بھی کھا رہے تھے اور حضرت شاہجہان بادشاہ کے بارے میں استفسار بھی کرتے جاتے تھے بادشاہ انتہائی ادب سے اپنے بھائیوں کے ساتھ لڑی ہوئی جنگوں کے حالات بیان کر رہا تھا۔ کھانا ختم ہوا تو ہاتھ دھونے کے بعد ملا احمد نے ایک موٹا سوتی کپڑا پیش کیا۔ فرمایا اسے میری والدہ نے وضو اور روزہ رکھ کر کاتا ہے۔ اور ایک پرہیزگار نوربافت نے اسے بُنا ہے۔ ہدیتہً لایا ہوں۔ بادشاہ نے اسے ملازم خاص کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ یہ بابرکت کپڑا ہر وقت میرے ساتھ رہے، تاکہ جب میں مروں تو اس کا کفن نصیب ہو رمضان میں رات دن اورنگ زیب بادشاہ اور ملا احمد کی یکجا بسر اوقات ہوتی رہی۔ دن کو پہر دن کے لئے جب دربار لگتا تو اس میں بھی بادشاہ ملا صاحب کو ساتھ لے جاتے اور اپنے ساتھ تختِ طاؤس پر جگہ دیتے۔ رات کو تراویح کے بعد دیر تک ملا صاحب سے علمی مذاکرہ جاری رہتا۔ جس میں ملا نظام اور پایہ تخت کے دیگر اکابر علماء شریک ہوتے۔ عید الفطر

پر ملا صاحب نے نماز بادشاہ کے ساتھ ادا کی اور پھر طالب رخصت ہوئے۔ وداع کرتے وقت بادشاہ نے ایک بار پھر پابوسی کا شرف حاصل کیا اور جیب سے ایک دونی نکال کر نذر کے طور پر پیش کی۔ ملا صاحب نے بڑی خندہ پیشانی سے اسے قبول کیا اور اخلاص ومحبت کی نشاط انگیز فضا میں اپنے بلند اقبال شاگرد کو خدا حافظ کہہ کر گھر کو روانہ ہوا۔

انہی ایام میں جنوبی ہند سے اورنگ زیب کو متوحش خبریں پہنچیں۔ بادشاہ ادھر روانہ ہوگیا۔ چودہ برس کامل ان مہموں پر صرف ہوگئے۔ جب بادشاہ دہلی واپس آیا تو وزیر اعظم نے رپورٹ پیش کی کہ ملا صاحب بہت بڑا زمیندار بن چکا ہے۔ اگر اجازت ہو تو اس سے لگان وصول کیا جائے۔ اس خبر نے بادشاہ کو حیرت میں ڈال دیا کہ ایک غریب الحال بوریہ نشین عالم امیر کبیر کیسے بن سکتے ہیں۔ اسے استاد سے ملنے کا اشتیاق تو تھا ہی اس خبر نے اشتیاق پر مہمیز کا کام کیا۔ اسی وقت ایک نیاز نامہ اپنے قلم سے ملا صاحب کو تحریر کیا۔ کہ

حضرت کو ملے کافی عرصہ ہوچکا ہے۔ نیاز مند دکن کی مہمات میں اس قدر الجھا کہ پایہ تخت کو بھی واپس نہ آسکا۔ امیدوار ہوں کہ بدستور سابق تشریف لاکر دہلی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمائیں۔

رخصتوں کی تقریب دیکھ کر ملا صاحب دہلی تشریف لے آئے۔ بادشاہ نے انتہائی محبت سے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا اور رمضان کے لیل ونہار اخلاص و ارادت کے جذبات میں بسر ہونے لگے۔ ملا صاحب کا لباس اسی طرح سادہ تھا۔ ان کے لب و لہجہ اور طور و اطوار سے وہی سادگی نمایاں تھی۔ باوجود اشتیاق کے بادشاہ کو جرأت نہ ہوئی کہ ملا صاحب سے دریافت کرسکے کہ ان کی بابت تمول کی جو داستان مشہور ہوئی ہے، اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ ایک دن خود بخود ملا صاحب نے فرمایا کہ آپ سے جو دونی لے کر گیا تھا وہ کوئی نہایت ہی بابرکت تھی۔ میں نے اس سے بنولے خرید کر کپاس کاشت کی۔ خدائے عزوجل نے اس میں اتنی برکت ڈالی کہ چند سالوں کے اندر ہی لاکھوں ہوگئے۔

بادشاہ نے مسکرا کر کہا۔ اگر ارشاد ہو تو دونی کی داستان عرض کی جائے۔ ملا صاحب کا اشتیاق بڑھ گیا اور فرمایا ضرور سنوں گا۔ شہنشاہ نے خواجہ سرا کو حکم دیا کہ سیٹھ اتم چند کو اطلاع دی جائے کہ وہ سنہ ۱۰۴۹ء کا بہی کھاتہ لاکر پیش کریں۔ خواجہ سرا کو اتم چند کا پتہ معلوم نہ تھا اس لئے وہ دراز کا اور جہاں پناہ پر نظر کی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اتم چند کے بارے میں وضاحت چاہتا ہے فرمایا چاندنی چوک میں مسجد فتح پوری کے بائیں جانب جو کوچہ چلا گیا ہے اس میں چوتھے نمبر کا مکان اسی کا ہے خواجہ سرا ادب سے رجعت قہقری کرتا ہوا واپس چلا گیا اور بادشاہ ملا صاحب سے فتاویٰ عالمگیری کی بابت

تبادلہ خیالات کرنے لگا۔

اورنگ زیب کی سیاست مشہور تھی اس کے سامنے آتے ہوئے بڑے بڑے امراء کا زہرہ آب آب ہوتا تھا۔ اُتم چند ایک اوسط درجہ کا بنیا تھا۔ جب اسے حاضر ہونے کی اطلاع پہنچی تو وہ سخت متفکر ہوا ۱۰۴۹ھ کے بہی کھاتہ کو اٹھا کر بار بار پڑتال کی۔ اس کے اوراق کو جھاڑا اور صاف ستھرا کر کے بغل میں دبا کر قلعہ کو روانہ ہوا۔ خواجہ سرا اسے اردو بازار اور دیوان عام کی سیر کراتا ہوا دیوان خاص میں لے گیا۔ بادشاہ وظیفہ میں مصروف تھے۔ کچھ دیر انتظار کی۔ جب حضور فارغ ہوئے تو اسے پیش کیا۔ بنیا رعب شاہی سے کانپ اٹھا۔ ڈنڈوت کے لئے جھکنا چاہتا تھا کہ خواجہ سرا نے تھام لیا۔ بادشاہ نے مسکرا کر بنیئے پر نظر ڈالی اور فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ آگے بڑھو۔ ۱۰۴۹ھ کا کھاتہ بہی کھول کر خرچہ کی تفصیل عرض کرو۔ بنیئے نے ہڑبڑا کر روزنامچہ کھولا اور تاریخ وخرچہ کی تفصیل پڑھنے لگا۔

یہاں تک کہ ایک مقام پر آکر رک گیا۔ یہاں ایک روپے درج تھی۔ مگر اس کے لینے والے کا نام درج نہیں تھا۔ شہنشاہ نے ملائمت سے پوچھا۔ ہاں۔ بولو۔ رقم کہاں گئی؟ اُتم چند نے روزنامچہ نیچے رکھ دیا اور ایک آہ جگر دوز کھینچ کر یوں عرض گزار ہوا۔ کہ جہاں پناہ یہ ایک درد بھری داستان ہے۔ اگر حضور اجازت دیں تو عرض کی جائے۔ ہاں بدولت اسے شوق سے سنیں گے شہنشاہ نے معنی خیز نظروں سے گھورتے ہوئے فرمایا۔

یہ کسی ایک تاریک رات کا واقعہ ہے کہ پہر رات گذرے جمنا کی جانب سے شہر پر گھٹا چڑھ آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ میرا مکان اگرچہ پختہ تھا مگر نیا بنایا تھا۔ اس نے بارش دیکھی نہ تھی بمشکل دو گھنٹے گذرے ہوں گے کہ اس نے ٹپکنا شروع کر دیا۔ میرا قیمتی سامان، بہی کھاتے، بال بچے سب اسی میں تھے۔ میں نے بڑی کوشش کی مگر مکان کا ٹپکنا بند نہ ہوا۔ میں نے گھبرا کر باہر جھانکا تو مجھے ایک آدمی سرکاری لالٹین کے نیچے کھڑا نظر آیا۔ میں سخت متعجب ہوا کہ آدھی رات گئے کون ہو سکتا ہے جو کسی مکان میں پناہ لینے کی بجائے ایسی کھلی جگہ پر کھڑا ہے جہاں بارش کی بوچھاڑ بری طرح سے پڑ رہی ہے۔ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں پکارا۔ میاں مزدوری کرو گے؟ جواب ملا کیوں نہیں۔ میں نے اطمینان کا لمبا سانس لیتے ہوئے کہا، چڑھ آؤ۔ میں یہی کہوں گا وہ آدمی نہیں تھا بلکہ خدا کا

بھیجا ہوا کوئی فرشتہ تھا جس نے بروقت پہنچ کر میری امداد کی۔ ورنہ ہم سب تباہی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ وہ نیک مرد کامل تین چار گھنٹے انتہائی بہادری اور جفاکشی کے ساتھ کام کرتا رہا۔ تب کہیں جاکر چھت درست ہوئی۔ پھر اس نے اندر آکر چھت کو درست کیا۔ ہم سب حیرت سے کھڑے تکتے رہے اور وہ مشین کے انجن کی طرح کام میں مصروف رہا۔ اتنے میں فتح پوری کی مسجد سے اذان کی آواز آئی اس نے کام چھوڑ کر اذان سنی اور ہر ہر کلمے کو مؤذن کے ساتھ دہراتا رہا۔ جب اذان ختم ہوئی تو اس نے انتہائی نیاز کے ساتھ دعا مانگی اور مجھ سے مخاطب ہوکر کہا سیٹھ صاحب آپ کا کام ٹھیک ٹھاک ہو چکا ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں کپڑے بدل کر کسی مسجد میں نماز ادا کروں۔ میں نے کہا واقعی میرا کام آپ نے ختم کر لیا ہے لیکن آپ کو دینے کے لئے سوائے دونی کے میری جیب میں اور رقم نہیں ہے۔ آپ صبح کو دوکان پر آجائیں منہ مانگا انعام دوں گا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا مجھے یہی دونی کافی ہے۔ میں پھر حاضر نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھے کہیں اور جاکر کام کرنا ہے۔ میں نے دوبارہ، سہ بارہ اصرار کیا میری بیوی نے بھی منت سماجت کی لیکن وہ راضی نہ ہوا۔

"دیتے ہو تو یہی دونی دے دو ورنہ میں جاتا ہوں" مجبوراً میں نے جیب سے دونی نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی اور وہ لے کر صبح کے دھندلکے میں غائب ہو گیا۔ ہم دیر تک کھڑکی سے جھانک کر اسے دیکھتے رہے وہ فتح پوری مسجد کی طرف ہی گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اسے بہتیرا ڈھونڈا۔ مزدوروں میں جاکر تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا۔ تقریباً پندرہ برس ہو چکے ہیں۔ وہ کی رات۔ مکان کا ٹپکنا۔ اجنبی کا ساری رات کام کرنا اور پھر دونی لے کر گم ہو جانا نہیں بھولتا۔ رہ رہ کر میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے کہ اگر روپے نہ تھے تو اشرفیاں موجود تھیں ایک اشرفی ہی دے دیتا۔ اُتم چند نے یہ داستان ختم کرنے کے بعد ہاتھ جوڑ کر شہنشاہ کو پرنام کیا۔ بادشاہ نے دست مبارک سے خلعت فاخرہ مرحمت کر کے اُتم چند کو رخصت فرمایا۔ جب وہ روانہ ہو گیا تو شہنشاہ نے مسکرا کر مُلا صاحب پر نظر ڈالی۔ مُلا جی بے خودیِ محبت سے جھوم اُٹھے۔ بولے واہ اورنگ زیب تو نے کمال کر دیا میرا پہلے سے ہی خیال تھا کہ شاگرد بلند اقبال نے یہ دونی خود کما کر ہی نذر گذاری ہے۔ ورنہ اس سے سینکڑوں اور لاکھوں کیونکر نبتے۔ شہنشاہ نے انتہائی عقیدت سے عرض کی کہ حضرت کی فیض تربیت کا نتیجہ ہے کہ اورنگ زیب ذاتی خرچ کے لئے کما لیتا ہے۔ اور خزانہ عامرہ سے کچھ نہیں لیتا۔ اگر حضرت کی دعا شامل حال نہ ہوتی تو مجھے یہ توفیق کیونکر ہوتی۔

ملا احمد جیون نے حیران ہو کر پوچھا۔ اورنگ زیب امور سلطنت سے تمہیں اتنی فرصت کیونکر مل جاتی ہے عرض کی۔ حضرت جب سے غلام نے دہلی کے تخت پر قدم رکھا ہے رات کے دو گھنٹے روزی کمانے کے لئے

وقف کر رکھے ہیں۔ ایک گھنٹہ میں قرآن شریف لکھتا ہوں اور دوسرے گھنٹے میں ٹوپیاں سیتا ہوں۔ ہفتہ میں دو راتیں شہر کی دیکھ بھال میں صرف ہوتی ہیں۔ جس رات اتم چند کے گھر کا کام کیا تھا وہ میرے بھیس بدل کر شہر میں پھرنے کی رات تھی۔ بالعموم گھٹا ٹوپ راتوں میں ہی چوری کی وارداتیں ہوا کرتی ہیں۔ میں اس بازار کو دیکھتا پھرتا تھا کہ دفعتہً بارش شروع ہو گئی میں اتم چند کے مکان کے بالکل سامنے ایک دوکان میں دبکا کھڑا تھا اس کے بچوں کے چیخنے چلانے کی آواز سن کر میں باہر نکل آیا۔ سرکاری چراغ کے نیچے اور بارش کی بوچھاڑ میں ادھر کان لگائے کھڑا تھا۔ کہ اتم چند نے کھڑکی کھول کر مجھے مخاطب کیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میرے فانی وجود سے ایک ضرورت پوری کرائی اور حضرت یہ سن کر بھی یقیناً خوش ہوں گے کہ ناچیز نے تخت نشین ہونے کے بعد ہی قرآن شریف حفظ کیا ہے۔ صحیح بخاری کا متن بھی یاد ہے۔ اورنگ زیب اور ملا احمد جیون میں اسی قسم کی راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں کہ موتی مسجد سے اذان کی آواز آئی اور شہنشاہی و فقیری کے دو حسین پیکر نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔

نیا دور

پاکستان کا نیا دور اور نئی قیادت جو جناب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صدر ذوالفقار علی بھٹو کے روپ میں نمودار ہوئی ہے جملہ اہل اسلام خصوصاً پاکستانیوں کو مبارک ہو۔ دعا ہے رب العالمین اپنے پیارے حبیب کا صدقہ ہمارے صدر صاحب کو توفیق ارزانی فرمائے کہ وہ پاکستان کی تعمیر اسلامی اقدار پر کرے اور ایسا آئین نافذ کرے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے عزم و استقلال کو پہاڑ کی مضبوطی دے اور پاکستان کے استحکام اور اس کی سالمیت کے لئے اس کو بہتر اور روشن تدبیر عطا کرے۔ آمین۔

معذرت

پاک و ہند میں جنگ چھڑ جانے سے دفتری نظام درہم برہم ہو گیا۔ چند ایام کیلئے مجھے بمع اہل و عیال قصور چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پناہ لینی پڑی۔ دسمبر کے رسالہ کی اشاعت بروقت نہیں ہوئی۔ اب یہ شمارہ دسمبر اور جنوری کا مشترکہ اشاعت کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاءاللہ آئندہ رسالہ اپنے وقت پر شائع ہوتا رہے گا۔ ادارہ قارئین کرام سے معذرت خواہ ہے۔